مسلمان عورتوں کے
فقہی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

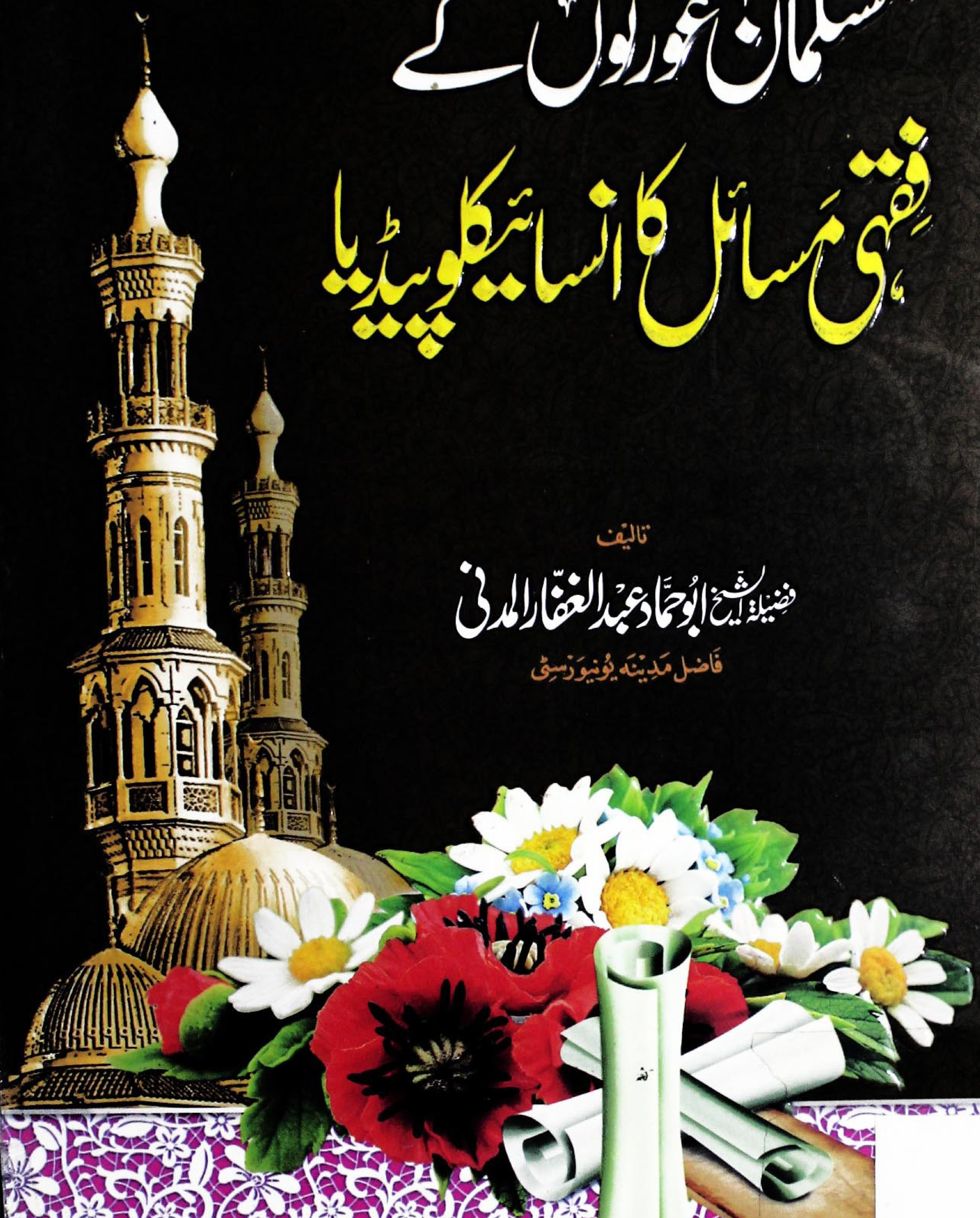

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابو حماد عبدالغفار المدنی

فاضل مدینہ یونیورسٹی

نظر ثانی

حافظ شاہد محمود

فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ بیت السلام

لاہور / ریاض

Marfat.com

بسم الله الرحمن الرحيم

Marfat.com

مسلمان عورتوں کے
فقہی مسائل کا انسائیکلوپیڈیا

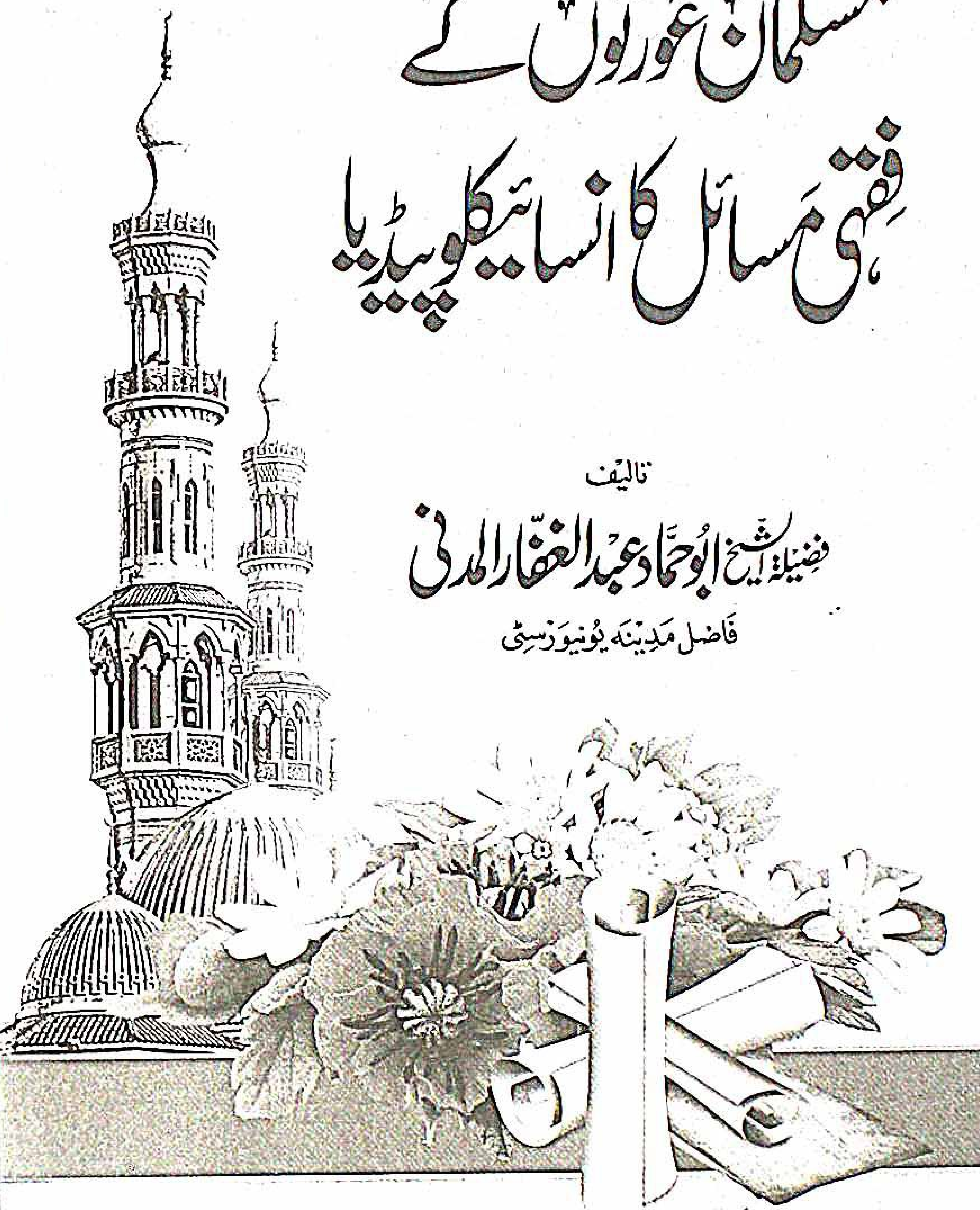

تالیف

فضیلۃ الشیخ ابو حماد عبد الغفار المدنی
فاضل مدینہ یونیورسٹی

نظر ثانی

حافظ شاہد محمود
فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ بیت السلام لاہور ریاض
رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
Tel: 042-37361371 Mob: 0321-9350001

DATA ENTERED

Marfat.com

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

مکتبۃ بیت السلام

کتاب وسنت کی اشاعت کا معیاری ادارہ

297.34
ح 45 م
127934
1

اشاعت ....فروری 2015

مکتبہ بیت السلام لاہور ریاض
کتاب وسنت کی اشاعت کا معیاری ادارہ
Tel: +966114381155 - +966114381122 Fax: +966114385991
Mob: +966542666646,+966566661236,+966532666640
رحمان مارکیٹ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار، لاہور
Tel: 042-37361371
Mob: 0321-9350001
Facebook page :Baitussalam book store
Email: bait.us.salam1@gmail.com
Web: baitussalam.exai.com

Marfat.com

فہرست

- عرضِ ناشر ---------- 19
- پیش لفظ ---------- 22
- طہارت کے احکام ---------- 25
  - طہارت کا مفہوم ---------- 25
  - طہارت کی اقسام ---------- 26
  - کن چیزوں سے طہارت حاصل ہوتی ہے؟ ---------- 26
  - قضائے حاجت کے آداب ---------- 27
- وضو کے احکام ---------- 30
  - وضو کی مشروعیت کے دلائل ---------- 30
  - وضو کی فضیلت ---------- 30
  - وضو کا مسنون طریقہ ---------- 31
  - وضو کرنے کا طریقہ ---------- 35
  - نواقضِ وضو ---------- 36
  - وضو کی استحبابی صورتیں ---------- 37
  - مصنوعی بال پر مسح کرنے کا حکم ---------- 38
  - ناخن پالش (Nail Polish) پر وضو کرنے کا حکم ---------- 38
  - موزوں پر مسح کا حکم ---------- 38

Marfat.com

- موزے پر مسح کرنے کی شروط ---------- 39
- مدتِ مسح ---------- 39

حیض و نفاس کے احکام ---------- 40

- حیض کی تعریف اور احکام ---------- 40
- حیض میں کیا منع ہے؟ ---------- 41
- حیض میں کیا جائز ہے؟ ---------- 42
- مانع حیض گولیوں کا استعمال ---------- 43
- استحاضہ کے احکام ---------- 43
- مستحاضہ کے احکام ---------- 45
- نفاس ---------- 45
- ممنوعاتِ نفاس ---------- 46

غسل کے احکام ---------- 47

- جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے ---------- 47
- فرائضِ غسل ---------- 48
- غسل کی سنتیں ---------- 49
- غسل کا طریقہ ---------- 49
- غسل سے متعلق چند ضروری مسائل ---------- 50

تیمّم کے احکام ---------- 51

- تیمّم کس کے لیے جائز ہے؟ ---------- 51
- تیمّم ---------- 52

Marfat.com

❀ نواقضِ تیمّم ---------- 52

❀ نماز کے احکام ---------- 54

❀ نماز کب فرض ہوئی؟ ---------- 54

❀ نماز کی فرضیت کے دلائل ---------- 54

❀ نماز واجب ہونے کی شروط ---------- 55

❀ نماز کی صحت کی شروط ---------- 55

❀ نماز کے ارکان ---------- 56

❀ نماز کی سنتیں ---------- 57

❀ ان امور کا بیان جن میں نماز باطل ہو جاتی ہے ---------- 57

❀ ان امور کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں ---------- 58

❀ نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ ---------- 59

❀ کیا عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق ہے؟ ---------- 62

❀ نماز کی قضا ---------- 62

❀ وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے ---------- 63

❀ نماز میں عورت امام کو کس طرح متنبہ کرے؟ ---------- 63

❀ نماز کے درمیان عورت چھوٹے بچوں کو لے سکتی ہے ---------- 63

❀ عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ترغیب ---------- 64

❀ عورت کی امامت ---------- 66

❀ عورت کا عورتوں کا امام بننا ---------- 67

❀ عورتوں کی صف بندی ---------- 67

Marfat.com

❁ مرد عورتوں کی امامت کرا سکتا ہے ---------- 68
❁ نمازِ جمعہ ---------- 68
❁ عیدین کی نماز ---------- 69
❁ عیدین کی نماز کا طریقہ ---------- 70
❁ جنازے کے احکام ---------- 71
❁ عورت کا اپنے شوہر کو غسل دینا ---------- 71
❁ عورت کا کفن ---------- 71
❁ عورت کی نمازِ جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہو؟ ---------- 72
❁ عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کا حکم ---------- 72
❁ عورت جنازے کے ساتھ جا سکتی ہے یا نہیں؟ ---------- 73
❁ میت پر نوحہ کرنا ---------- 73
❁ تعزیتی مجلسیں منعقد کرنا ---------- 73
❁ روزے کے احکام ---------- 75
❁ روزے کی تعریف ---------- 75
❁ وہ ایام جن میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے ---------- 76
❁ روزے کے ارکان ---------- 77
❁ روزے کو باطل کرنے والی چیزیں ---------- 77
❁ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا روزہ ---------- 77
❁ بوڑھی عورت کا حکم ---------- 78
❁ حیض و نفاس والی عورت کا روزہ ---------- 78

Marfat.com

- روزے کی قضا اور کفارہ ---------- 79
- غیر رمضان میں روزے کی حالت میں جماع کا حکم ---------- 80
- رمضان میں بھول کر جماع کرنے کا حکم ---------- 80
- بوسہ لینے اور جماع کے علاوہ دوسری حرکتوں کا حکم ---------- 80

زکات کے احکام ---------- 82

- زکات ---------- 82
- زکات نہ دینے والوں کا حکم ---------- 83
- زکات کب واجب ہوتی ہے؟ ---------- 85
- کیا عورت شوہر کے مال میں سے صدقہ کر سکتی ہے؟ ---------- 85
- بیوی اپنے شوہر کو زکات دے سکتی ہے ---------- 86
- عورت کے مہر کی زکات ---------- 87
- کیا عورت صدقہ فطر ادا کر سکتی ہے؟ ---------- 87
- عورت کے زیورات میں زکات ---------- 88
- والدین کو زکات دینا ---------- 89
- زکات کے مصارف ---------- 89

حج کے احکام ---------- 90

- حج کا لغوی معنی ---------- 90
- حج کے شرعی معنی ---------- 90
- حج کب فرض ہوا؟ ---------- 90
- حج وعمرہ واجب ہونے کی شرطیں ---------- 91

Marfat.com

❁ عورتوں کے لیے چند خاص شروط ---------- 91

❁ عورت کے لیے بغیر محرم حج کرنا ---------- 93

❁ کیا حج کے لیے شوہر کی اجازت ضروری ہے؟ ---------- 94

❁ احرام سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے ---------- 94

❁ عورت کا احرام کیسا ہو؟ ---------- 95

❁ ممنوعاتِ احرام ---------- 96

❁ فدیہ ---------- 97

❁ حالتِ احرام میں جو چیزیں مباح ہیں ---------- 98

❁ حج کی اقسام ---------- 98

❁ حجِ تمتع افضل ہے ---------- 99

❁ حجِ تمتع کا طریقہ ---------- 100

❁ میقات کا بیان ---------- 100

❁ عمرے کا طریقہ ---------- 101

❁ احرام کی نماز ---------- 101

❁ عمرے کی نیت ---------- 102

❁ بکثرت تلبیہ پڑھنا ---------- 102

❁ تلبیہ کے الفاظ ---------- 102

❁ حج کا طریقہ ---------- 105

❁ دسویں ذی الحجہ ---------- 106

❁ قربانی ---------- 107

Marfat.com

- قربانی کے ایام ---------- 107
- طوافِ اِفاضہ ---------- 107
- ایامِ تشریق کے اعمال ---------- 108
- طوافِ وداع ---------- 109
- حیض اور نفاس والی عورت کا حج ---------- 109

نکاح کے احکام ---------- 111

- نکاح کی تعریف ---------- 111
- نکاح کا حکم ---------- 111
- نکاح کی حکمت ---------- 112
- نکاح کے ارکان ---------- 113
- ان عورتوں کا بیان، جن سے شادی کرنا حرام ہے ---------- 113
- شادی کے لیے پیغام دینا ---------- 117
- پیغام دینے کی چند شروط ---------- 117
- نکاح میں کفو کی شرعی حیثیت ---------- 119
- مہر کے احکام ---------- 120
- مہر کی مقدار ---------- 120
- ایسی شادی کا حکم جس میں مہر کا ذکر نہ ہو ---------- 121
- حرام اور ممنوع نکاح ---------- 122

عقیقے کے احکام ---------- 124

- عقیقے کی تعریف ---------- 124

Marfat.com

❁ عقیقے کا حکم -- 124

❁ عقیقے کے احکام -- 124

❁ خاندانی منصوبہ بندی یا تحدیدِ نسل ---------------------------- 125

❁ کیا اسلام نس بندی کی اجازت دیتا ہے؟ -------------------------- 126

❁ بے بی ٹیوب کا حکم -- 130

❁ طلاق کے احکام -- 132

❁ طلاق کی تعریف -- 132

❁ طلاق کے ابتدائی مراحل ---------------------------------- 132

❁ بیوی کی نافرمانی -- 132

❁ شوہر کی نافرمانی -- 134

❁ اسلام میں طلاق کا حکم ---------------------------------- 136

❁ کب طلاق ضروری ہے؟ ---------------------------------- 137

❁ سنی اور بدعی طلاق میں فرق ---------------------------- 137

❁ طلاق کی اقسام -- 140

❁ ایک مجلس کی تین طلاقوں کا حکم -------------------------- 141

❁ مطلقہ ثلاثہ اپنے پہلے شوہر کے لیے کس طرح حلال ہو سکتی ہے؟ --- 147

❁ مجبوری کی طلاق -- 148

❁ خلعے کے احکام -- 150

❁ خلعے کی تعریف -- 150

❁ خلعے کا حکم -- 150

Marfat.com

❁ خلع کے جواز کی شروط ---------------------- 151

❁ خلع کے احکام ---------------------- 151

❁ خلع فسخِ نکاح ہے یا طلاق؟ ---------------------- 152

✿ ایلا کے احکام ---------------------- 154

❁ اِیلا کا لغوی مفہوم ---------------------- 154

❁ اِیلا کا اصطلاحی مفہوم ---------------------- 154

✿ لعان کے احکام ---------------------- 156

❁ لعان کی تعریف ---------------------- 156

❁ لعان کے احکام ---------------------- 158

✿ عدت کے احکام ---------------------- 159

❁ عدت کی تعریف ---------------------- 159

❁ عدت کا حکم ---------------------- 159

❁ عدت مشروع ہونے کی حکمت ---------------------- 160

❁ عدت کی اقسام ---------------------- 160

✿ حضانت (پرورش) کے احکام ---------------------- 162

❁ حضانت کی تعریف ---------------------- 162

❁ حضانت کس پر واجب ہے؟ ---------------------- 162

❁ حضانت میں کس کا حق زیادہ ہے؟ ---------------------- 162

❁ حضانت کی مدت ---------------------- 163

❁ حضانت کی اُجرت ---------------------- 163

Marfat.com

- نفقات کے احکام ---------- 164
  - نفقہ کی تعریف ---------- 164
  - نفقہ کن لوگوں پر اور کن لوگوں کے لیے ضروری ہوتا ہے؟ ------ 164
  - نفقہ کی واجب مقدار ---------- 165
  - نفقہ کب ساقط ہوتا ہے؟ ---------- 165
- وراثت کے احکام ---------- 167
  - وراثت کا حکم ---------- 167
  - وارث خواتین ---------- 167
  - ماں کے حالات ---------- 168
  - بیٹی کے حالات ---------- 170
  - بیوی کی حالت ---------- 171
  - جدّہ (نانی یا دادی) کے حالات ---------- 172
  - حقیقی بہن کے حالات ---------- 172
  - پدری بہن کے حالات ---------- 173
  - حقیقی بہن کے پانچ حالات ہیں ---------- 174
  - مادری بہن کے حالات ---------- 175
- میاں بیوی کے حقوق ---------- 176
  - شوہر پر بیوی کے حقوق ---------- 176
  - بیوی پر شوہر کے حقوق ---------- 178
  - جماع کے آداب ---------- 179

Marfat.com

- حدود کا بیان ---------- 181
  - حدود کی تعریف ---------- 181
  - حدِ قذف (تہمت کی حد) ---------- 181
  - حدِ قذف کی مقدار ---------- 181
  - حدِ قذف کی شرائط ---------- 182
  - زنا کا حکم ---------- 182
  - زنا کی حد ---------- 182
  - زانی پر حد قائم کرنے کی شرائط ---------- 182
  - حد قائم کرنے کا طریقہ ---------- 183
  - چوری کی حد ---------- 183
  - ہاتھ کاٹنے کی شرطیں ---------- 183
  - چوری کس طرح ثابت ہو؟ ---------- 184
- عورت اور جہاد ---------- 185
  - جہاد کی شروط ---------- 185
  - جہاد کا حکم ---------- 186
  - کیا عورت قاضی بن سکتی ہے؟ ---------- 187
  - قضا کی شروط ---------- 187
  - تیسرے مذہب کی دلیل ---------- 192
- عورت کی زیب و زینت کے احکام ---------- 193
  - زینت کا مفہوم ---------- 193

Marfat.com

- ❁ باطنی زینت ---------------------------- 193
- ❁ ظاہری زینت ---------------------------- 194
- ❁ چہرے کا میک اپ ---------------------------- 195
- ❁ بالوں کا اسپرے ---------------------------- 195
- ❁ خوشبو لگا کر باہر نکلنے کا حکم ---------------------------- 196
- ❁ سونے چاندی کے زیورات کا حکم ---------------------------- 196
- ❁ مہندی لگانا ---------------------------- 197
- ❁ سر کے بال منڈانا ---------------------------- 198
- ❁ مصنوعی بالوں کا استعمال ---------------------------- 198
- ❁ سرمہ لگانا ---------------------------- 200
- ❁ بالوں میں کنگھی کرنا ---------------------------- 200
- ❁ ناخونی (Nail Polish) کا استعمال ---------------------------- 201
- ❁ حسن و جمال کا مصنوعی طریقہ کار ---------------------------- 201
- ❁ لباس کے احکام ---------------------------- 203
- ❁ پینٹ (Pent) ---------------------------- 205
- ❁ دوپٹا ڈالنے کا طریقہ ---------------------------- 206

❁ چند متفرق مسائل ---------------------------- 207

- ❁ بات کرنے میں سوچو ---------------------------- 207
- ❁ شوہر کے عزیز واقارب سے پردہ ---------------------------- 207
- ❁ کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے ---------------------------- 208

Marfat.com

❁ جن عورتوں کے شوہر گھر میں نہ ہوں، ان سے ملنے سے بچو---- 208

❁ عورت کسی دوسری عورت کی حالت اپنے شوہر سے نہ بیان کرے--- 209

❁ عورت تنہا سفر نہ کرے ------------------------ 209

❁ ستر وحجاب کے احکام ------------------------ 211

❁ ستر کے لغوی معنی ------------------------ 211

❁ ستر کے حدود ------------------------ 212

❁ چہرے کا حکم ------------------------ 212

❁ نماز میں ستر کی مقدار ------------------------ 213

❁ عورت کی تعلیم ------------------------ 215

❁ تعلیم کا مقصد ------------------------ 215

❁ جہالت کے اثرات ------------------------ 216

❁ عورت کے لیے کون سی تعلیم زیادہ بہتر ہے؟------------ 217

❁ مخلوط تعلیم کے مضر اثرات ------------------------ 218

❁ عورت کی گواہی ------------------------ 220

❁ عورت کی ملازمت ------------------------ 221

❁❁❁❁❁❁❁

Marfat.com

Marfat.com

عرضِ ناشر

یہ بات مسلمہ ہے کہ انسانی معاشرے کے سنوارنے اور بگڑنے میں عورت کا بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اگر عورت اللہ سے ڈرنے والی، اسلام کے دائرے میں رہنے والی اور عفت و عصمت کا تحفظ کرنے والی ہوگی تو معاشرے میں سنوار آئے گا اور اگر عورت بگڑی ہوئی ہو، بے حیا ہو، اسلام کے دائرے سے تجاوز کر چکی ہو اور کفار کی ثقافت کی گہری دلدل میں پھنس چکی ہو تو پھر معاشرے میں سخت بگاڑ اور خرابی پیدا ہوگی، کیوں کہ بچے کی پہلی درس گاہ ماں (عورت) کی گود ہی ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں مردوں کو زندگی گزارنے کے طریقے بتائے ہیں، بعینہٖ عورتوں کو بھی زندگی گزارنے کے اصول وضوابط بتائے ہیں۔ جہاں مردوں کو قرآن وحدیث کا علم سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید کی، وہاں عورتوں کو بھی قرآن وحدیث سیکھنے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید فرمائی۔

عورت کو دینی تعلیم حاصل کرنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ حدیث میں ہے کہ عورت اپنے شوہر کے گھر (اپنے بال بچوں اور شوہر کے مال) کی نگران ہے اور اس سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر عورت اسلام کے اصول وضوابط اور قرآن وحدیث کے احکامات کو سمجھے گی اور غور وفکر کرے گی تو پھر وہ اپنے بچوں اور اپنے گھر کو اسلامی ماحول میں ڈھال سکے گی، اگر اس کے برعکس جھوٹے ڈائجسٹوں، گندے ناولوں اور کفار کی تہذیب وتمدن کو سیکھتی اور اپناتی رہی، اسلام سے کوسوں دور رہی تو وہ اپنے بچوں اور اپنے گھر

Marfat.com

کے ماحول کو کفار کے گھروں جیسا بنا ڈالے گی، جس سے وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی کھلی نافرمانی کی مرتکب ہو گی۔

قرونِ اولیٰ سے لے کر آج تک علمائے دین ان احکام و مسائل اور زندگی گزارنے کے طریقوں کو تحریر و تقریر کے ذریعے واضح کرتے آرہے ہیں۔ آج کے دور میں بھی ایسے علما موجود ہیں، جنھوں نے اپنا وقت، اپنے اوصاف، اپنی صلاحیتیں اور اپنی طاقت و قوت اسلام کی اشاعت و ترقی میں صرف کر رکھی ہے، ان علما کی فہرست میں فضیلۃ الشیخ ابوحماد عبدالغفار مدنی کا نام بھی چراغِ روشن کی طرح عیاں ہے۔

شیخ محترم نے کتاب ''مسلمان عورتوں کے فقہی مسائل'' جو آپ کے ہاتھوں میں ہے اور آپ اس کا مطالعہ فرما رہے ہیں، تالیف کی، جس میں آپ نے عورتوں کے مسائل کو مختصراً مگر جامع اور خوبصورت انداز میں تحریر کیا ہے۔ اس کتاب کو پڑھنے سے ہر بہن کی پوری تشفی ہو گی اور وہ کسی مشکل یا ذہنی پریشانی میں مبتلا نہیں ہو گی اور اسے یہ دشواری بھی نہیں ہو گی کہ اسے کسی مسئلے کی سمجھ نہیں آئی۔

محترم مولف نے اس کتاب کو انتیس (29) ابواب میں تقسیم کیا ہے۔ پھر ان ابواب کے اندر ہر پوائنٹ کو ہیڈنگ دے کر قاریات کے لیے آسانی پیدا کر دی ہے۔ مولف موصوف نے ولادت سے لے کر وفات تک کے تمام مسائل کو احسن طریقے سے بیان کیا ہے اور ذہنوں میں پیدا ہونے والے تمام شبہات اور وساوس کا ازالہ کیا ہے۔

الحمدللہ! اس علمی کتاب کو شائع کرنے کی سعادت مکتبہ بیت السلام (لاہور، ریاض) کو حاصل ہوئی ہے۔ میں کتاب کے مولف اور معاون بھائیوں کا شکر گزار ہوں کہ انھوں نے پوری جاں فشانی سے اس کتاب کو تیار کیا اور میں اپنے

Marfat.com

رب العالمین، اللہ جل شانہ کا صد ہا شکر گزار ہوں کہ جس نے اپنے دین کی اشاعت کے لیے ہم جیسے گناہ گاروں کو منتخب کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس کتاب کو میرے لیے، معاونین اور اس کے پڑھنے والوں کے لیے صدقۂ جاریہ بنائے اور ہماری کوششوں اور محنتوں کو قبول فرمائے۔ آمین یا رب العالمین

والسلام

ابو میمون حافظ عابد الٰہی ظہیر (ایم۔اے)

مدیر

مکتبہ بیت السلام لاہور۔ ریاض

Marfat.com

پیش لفظ

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے کہ انسانی معاشرہ مرد اور عورت کے وجود پر مشتمل ہوتا ہے اور یہ بھی مسلّم ہے کہ انسانی معاشرہ اس وقت پاکیزہ اور صالح ہوسکتا ہے جب اس میں رہنے والے مرد اور عورت صالح اور نیک ہوں۔ دونوں اپنی اپنی حدود میں رہ کر اللہ کے متعین کردہ اصول اور پسندیدہ طریقۂ زندگی پر گامزن ہوں، لیکن اس کے برخلاف اگر ان دونوں میں خرابی پیدا ہو جائے، دونوں اپنی حدود سے نکل کر غیر پسندیدہ طریقۂ زندگی اختیار کرنے لگیں، دونوں میں بدعقیدگی کے ساتھ ساتھ اخلاقی بگاڑ اور حیا سوز حرکتیں عام ہو جائیں تو پورا معاشرہ خراب ہو جائے گا اور معاشرے میں فساد برپا ہو جائے گا۔ بدامنی عام ہو جائے گی اور فسق و فجور کا رواج ہو گا، جیسا کہ آج انسانی معاشرے میں بالخصوص ہو رہا ہے۔

جب ہم قرونِ اولیٰ کے معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں تو مرد تو مرد، عورتیں بھی اپنی حدود میں رہ کر اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزارتی تھیں۔ وہ حقیقت میں مومن تھیں۔ ان کے دلوں میں اللہ کا خوف سمایا ہوا تھا، وہ ہر وقت اور ہر لمحہ عذابِ الٰہی سے خائف رہتی تھیں، حتی کہ اگر معمولی سی لغزش ہو جاتی تو فوری طور پر اس کی تلافی کی کوشش کرتیں، تاکہ آخرت کے دائمی عذاب سے محفوظ رہ سکیں۔ بے حیائی، قتل و غارت گری، فسق و فجور کا شیُوع تک نہیں تھا، جس کے نتیجے میں پورا معاشرہ امن و امان کا گہوارہ تھا، اس پاکیزہ معاشرے میں ہر ایک محفوظ تھا، ہر ایک کی عزت و آبرو محفوظ تھی، شب و روز کے کسی حصے میں کوئی شخص کہیں بھی بغیر کسی

۱۲۷۹۳۷

Marfat.com

خوف و خطرے کے آجا سکتا تھا، ایسا اس لیے تھا کہ اس معاشرے میں مرد اور عورتیں دونوں اپنے اپنے طور پر اللہ سے ڈرتے اور اس کے حکم کے مطابق زندگی گزارتے تھے، ان کے دلوں میں یہ یقین موجزن تھا کہ یہ دنیا فانی ہے اور آخرت کی زندگی دائمی ہے، ہمیں وہاں جانا ہے اور اللہ کے حضور ہر عمل کا حساب دینا ہے۔

اس یقین نے انھیں نیک اور صالح بنا دیا اور ان کی وجہ سے معاشرہ نیک اور صالح بن گیا تھا، لیکن جب ہم موجودہ مسلم معاشرے پر نظر ڈالتے ہیں اور اس معاشرے میں مسلمان عورت کا کردار کیا ہے؟ اس پر غور کرتے ہیں تو کفِ افسوس ملنا پڑتا ہے، شرم سے گردن جھک جاتی ہے اور کلیجہ منہ کو آجاتا ہے کہ آج مسلمان عورت کے دل سے اللہ کا خوف نکل گیا ہے، آخرت کا تصور ختم ہو گیا ہے، نماز، روزہ، حج، زکات اور دیگر اعمالِ صالحہ، جو اللہ سے قربت کا ذریعہ ہیں، ان سے وہ کوسوں دور ہیں۔

شرک اور بدعت عام ہے، پردے کا تصور ختم ہوتا جا رہا ہے۔ آزادی کے تصور نے ان کو ایسے چوراہے پر کھڑا کر دیا ہے، جہاں اس کی عزت اور آبرو محفوظ نہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صرف اس کے بگڑنے سے پورا معاشرہ بگڑ گیا ہے، معاشرے میں فساد برپا ہو گیا ہے اور آج مسلم معاشرہ ہر قسم کے فتنہ فساد، بے حیائی اور عیاری اور مکاری کا گہوارہ بن گیا ہے۔

آج مسلمان عورت دو قوتوں کے درمیان زندگی بسر کر رہی ہے، ایک قوت وہ ہے جو اسے حفظ و امان دینا چاہتی ہے، جو اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کی ضمانت لیتی ہے، وہ اسلام کی قوت ہے جس کو وہ ٹھکراتی جا رہی ہے اور دوسری قوت مغربی قوت ہے، جو یہ چاہتی ہے کہ عورت چراغِ خانہ کے بجائے شمعِ انجمن بن جائے، گھر کی ملکہ کے بجائے بازاروں، ہوٹلوں اور پارکوں کی زینت بنے، جہاں

Marfat.com

اس کی عزت و آبرو پر سرِ عام حملہ ہو، عصمت و عفت داغ دار ہو۔ وہ نفس پرستوں کی ہوس کا نشانہ بنے، جس سے معاشرے میں بدامنی پھیلے، بے حیائی عام ہو، زنا کا رواج ہو، جہاں انسانی زندگی کے بجائے حیوانی زندگی گزارنے پر مجبور ہو جائے۔

ظاہر سی بات ہے کہ جہاں ایسا ماحول ہوگا، وہاں پورا معاشرہ خراب ہوگا، انہی حالات کے پیشِ نظر ہم نے یہ کتاب مرتب کی ہے، جو خاص عورتوں سے مخاطب ہے، تاکہ وہ یہ محسوس کرے کہ اسلامی احکام اور قوانین نہ صرف مردوں کے لیے ہیں، بلکہ عورتوں کے لیے بھی نازل ہوئے ہیں۔ قرآن نے جہاں ﴿یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا﴾ کہہ کر مومن مردوں کو خطاب کیا ہے وہیں ﴿وَقُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ﴾ کہہ کر مومن عورتوں کو بھی خطاب کیا ہے۔ دین کا سیکھنا جس طرح مردوں کے لیے ضروری ہے، عذاب وثواب جس طرح مردوں کو ہوگا، عورتوں کو بھی ہوگا۔

اس کتاب کو ہم نے فقہی ابواب کے مطابق مرتب کیا ہے، تاکہ مسائل معلوم کرنے میں آسانی ہو۔ یہ کتاب مسلمان عورت کا بہترین زیور ہے۔ ہم نے ہر ایک مسئلے کو قرآن مجید اور احادیثِ صحیحہ کی روشنی میں پیش کیا ہے۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ اپنی رضا کے لیے اس حقیر کوشش کو قبول فرمائے اور مجھے حق بات کہنے اور ہم سب کو اس کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشے۔ آمین

ابو حماد عبد الغفار مدنی

یکم جمادی الاخری ۱۴۲۰ھ

مکہ مکرمہ

Marfat.com

طہارت کے احکام

طہارت کا مفہوم:

لغت میں ''طہارت'' نظافت اور پاکیزگی کو کہتے ہیں، جب کہ شرعی اصطلاح میں طہارت یہ ہے کہ عورت اپنے بدن اور اپنے کپڑے کو ہر قسم کی نجاستوں سے پاک اور صاف رکھے۔

شریعت نے مسلمانوں میں، خواہ مرد ہوں یا عورت، ہر ایک سے طہارت اور پاکیزگی کا مطالبہ کیا ہے اور اس کو ایمان کا جزو قرار دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ [مدثر: ٤]

''اور اپنے کپڑے کو پاک کیجیے۔''

نیز فرمایا:

﴿وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا﴾ [المائدة: ٦]

''اور اگر تم ناپاک ہو تو پاکی حاصل کرو۔''

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

١ ((اَلطُّهُورُ شَطْرُ الْإِيمَانِ))[1] ''صفائی اور پاکیزگی آدھا ایمان ہے۔''

٢ ((مِفْتَاحُ الصَّلَاةِ الطُّهُورُ))[2] ''نماز کی کنجی طہارت (وضو) ہے۔''

٣ ((لَا تُقْبَلُ صَلَاةٌ بِغَيْرِ طُهُورٍ))[3]

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٢٣)

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٦١)

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٦٦٤)

Marfat.com

”بغیر طہارت (وضو) نماز قبول نہیں ہوتی ہے۔“

طہارت کی اقسام:

طہارت کی دو قسمیں ہیں: ① ظاہری ② باطنی۔

① ظاہری طہارت یہ ہے کہ اپنے بدن اور کپڑے کو ہر قسم کی غلاظت اور ناپاکی سے پاک رکھے، نیز نماز کی جگہ کو بھی پاک رکھے۔

② باطنی طہارت یہ ہے کہ اپنے باطنی حصے یعنی اپنے نفس کو ہر قسم کے گناہ اور اس کے آثار سے پاک رکھے، نیز اپنے دل و دماغ کو شرک اور بدعات، بغض اور حسد، ریا اور نمود وغیرہ سے پاک اور صاف رکھے۔

کن چیزوں سے طہارت حاصل ہوتی ہے؟

① صاف اور ستھرا پانی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا﴾ [الفرقان: ٤٨]

”اور ہم نے آسمان سے پاک اور صاف پانی اتارا ہے۔“

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْمَاءَ طَهُوْرٌ لَا يُنَجِّسُهُ شَيْءٌ))[1]

”بے شک پانی پاک ہے، اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی ہے۔“

② پاک مٹی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا﴾ [النساء: ٤٣]

”تم پانی نہ پا سکو تو پاک مٹی سے تیمّم کر لو۔“

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (٦٦)

Marfat.com

«جُعِلَتْ لِيَ الأَرْضُ مَسْجِداً وَطَهُوراً»[1]

"زمین میرے لیے سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنائی گئی ہے۔"

قضائے حاجت کے آداب:

قضائے حاجت کے کچھ آداب ہیں، جن کا بجا لانا بہت ضروری ہے:

① انسانی نظروں سے دور الگ جگہ تلاش کریں۔ رسول اللہ ﷺ خود قضائے حاجت کے لیے دور میدان میں جاتے تھے، جہاں کوئی نہ دیکھ سکتا۔[2]

② قضائے حاجت کے وقت کوئی ایسی چیز اپنے پاس نہ رکھے، جس پر اللہ کا نام لکھا ہوا ہو۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس انگوٹھی تھی، جس پر "محمد رسول اللہ" لکھا ہوا تھا۔ آپ قضائے حاجت کے وقت اس کو اتار دیتے تھے۔[3] لہٰذا اگر عورت نے انگوٹھی یا زیور پہن رکھا ہے اور اس میں "اللہ" یا "محمد" یا کوئی آیت لکھی ہوئی ہو تو اس کو نکال دے، پھر بیت الخلاء میں جائے۔

③ بیت الخلاء جاتے وقت پہلے بایاں پاؤں آگے کرے اور یہ دعا پڑھے:

«بسم اللہ اَللّٰھُمَّ إِنِّي أَعُوذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ»[4]

"اللہ کے نام سے اے اللہ! میں تیرے واسطے سے خبیث نر اور خبیث مادہ مخلوق سے پناہ مانگتی ہوں"

④ بیت الخلاء سے نکلتے وقت پہلے دایاں پاؤں باہر کرے اور یہ دعا پڑھے:

«غُفْرَانَكَ»[5] "اے اللہ! میں تیری مغفرت طلب کرتی ہوں۔"

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٢٣)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (١)

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٧٤٦) یہ حدیث ضعیف ہے۔

[4] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٧٥)

[5] سنن الترمذي، رقم الحديث (٧)

Marfat.com

۵ پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت نہ تو قبلے کی طرف منہ کرے اور نہ پیٹھ ہی، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

« لَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَةَ وَلَا تَسْتَدْبِرُوهَا بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ »[1]

''پاخانہ یا پیشاب کے وقت قبلے کی طرف منہ اور پیٹھ نہ کرو۔''

۶ عام راستوں میں، سایہ دار جگہوں میں، پانی کے گھاٹ اور پھل دار درختوں کے نیچے قضائے حاجت نہ بیٹھے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

« اِتَّقُوا الْمَلَاعِنَ الثَّلَاثَةَ: اَلْبَرَازُ فِي الْمَوَارِدِ وَقَارِعَةِ الطَّرِيقِ، وَالظِّلِّ »[2]

''تین لعنت کے کاموں سے بچو: گھاٹ کے قریب، عام راستے اور سائے میں پاخانہ کرنے سے۔''

۷ قضائے حاجت کے دوران آپس میں گفتگو نہ کرے۔ یہ عادت دیہاتی عورتوں میں عام ہے، جس سے بچنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

« إِذَا تَغَوَّطَ الرَّجُلَانِ فَلْيَتَوَارَ كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَنْ صَاحِبِهِ، وَلَا يَتَحَدَّثَا، فَإِنَّ اللّٰهَ يَمْقُتُ عَلَىٰ ذٰلِكَ »[3]

''جب دو آدمی قضائے حاجت کے لیے جائیں تو ایک دوسرے سے چھپ کر بیٹھیں اور آپس میں باتیں نہ کریں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ اس پر ناراض ہوتا ہے۔''

۸ ہڈی یا لید سے استنجا نہ کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٨٦) صحيح مسلم، رقم الحديث، (٢٦٤)

[2] المستدرك (١/٢٧٣)

[3] مسند أحمد (٣/٣٦)

Marfat.com

«لَا تَسْتَنْجُوا بِالرَّوْثِ وَلَا بِالْعِظَامِ فَإِنَّهُ زَادُ إِخْوَانِكُمْ مِنَ الْجِنِّ»[1]

''گوبر اور ہڈی سے پاکی حاصل نہ کرو، کیوں کہ یہ تمھارے بھائی جنوں کی خوراک ہے۔''

⑨ داہنے ہاتھ سے پاکی حاصل نہ کرے اور نہ داہنے ہاتھ سے اپنی شرم گاہ چھوئے۔ رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے:

«لَا يَمَسَّ أَحَدُكُمْ ذَكَرَهُ بِيَمِينِهِ، وَهُوَ يَبُولُ، وَلَا يَتَمَسَّحْ مِنَ الْخَلَاءِ بِيَمِينِهِ»[2]

''تم میں سے کوئی شخص پیشاب کرتے وقت اپنے ذکر (شرم گاہ) کو اپنے ہاتھ سے نہ چھوئے اور نہ داہنے ہاتھ سے استنجا کرے۔''

⑩ پاکی حاصل کرنے کے لیے کم از کم تین ڈھیلے استعمال کرے۔ اگر تین سے صفائی نہیں ہوتی تو پانچ ڈھیلے استعمال کرے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"نَهَانَا رَسُولُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ أَوْ بَوْلٍ أَوْ نَسْتَنْجِيَ بِالْيَمِينِ، أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِأَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةِ أَحْجَارٍ أَوْ أَنْ نَسْتَنْجِيَ بِرَجِيعٍ أَوْ بِعَظْمٍ"[3]

''رسول اللہ نے ہمیں اس بات سے منع کیا ہے کہ پاخانے یا پیشاب کے وقت قبلے کی طرف منہ کریں یا داہنے ہاتھ سے استنجا کریں یا تین ڈھیلوں سے کم سے استنجا کریں یا گوبر اور ہڈی سے استنجا کریں۔''

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٧)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٢)

Marfat.com

وضو کے احکام

وضو کی مشروعیت کے دلائل:

1. ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَ امْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة: ٦]

''اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور ہاتھ کو کہنیوں تک دھوؤ اور اپنے سروں کا مسح کرو اور پاؤں کو دونوں ٹخنوں تک دھوؤ۔''

2. رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا تُقْبَلُ صَلَاةُ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ))[1]

''تم میں سے کسی کو اگر حدث واقع ہو جائے تو جب تک وہ وضو نہ کرے، اس کی نماز قبول نہیں ہوگی۔''

وضو کی فضیلت:

وضو کی فضیلت کے بارے میں بہت سی صحیح حدیثیں مروی ہیں، یہاں ہم صرف دو حدیثوں کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٥)

Marfat.com

1. رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں جس سے اللہ تعالیٰ تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور درجات بلند کرتا ہے؟ لوگوں نے عرض کی: کیوں نہیں اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا:

''ناپسندیدگی کے باوجود مکمل وضو کرنا، مسجد کی طرف پیدل چلنا اور ایک نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا۔ یہ عمل دشمن کے مقابلے میں اپنے آپ کو تیار کرنا ہے۔''[1]

2. آپ ﷺ نے فرمایا:

''مومن جب وضو کرتا ہے تو پانی کے آخری قطرے کے ساتھ اس کے گناہ گر جاتے ہیں اور وہ گناہوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔''[2]

وضو کا مسنون طریقہ:

وضو کا مسنون طریقہ جو رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے دل میں وضو کی نیت کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ))[3]

''بے شک تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے۔''

زبان سے نیت کے الفاظ کہنا شرعاً ثابت نہیں ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے، کیوں کہ یہ عمل بدعت ہے۔

◈ 1 اگر ممکن ہو تو پانی کا برتن دائیں جانب رکھے اور ''بسم اللہ'' کہہ کر وضو شروع کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٥١)

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٢٤٤)

[3] صحیح البخاري، رقم الحدیث (١) صحیح مسلم، رقم الحدیث (١٩٠٧)

Marfat.com

«لَا وُضُوءَ لِمَنْ لَمْ يَذْكُرِ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ»[1]

''جس نے اللہ کا نام نہیں لیا (بسم اللہ نہیں کہا) تو اس کا وضو نہیں ہے۔''

٢ پھر دونوں ہتھیلیوں کو تین بار دھوئے۔

٣ پھر تین بار کلی کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«إِذَا تَوَضَّأْتَ فَمَضْمِضْ»[2] ''جب تم وضو کرو تو کلی کرو۔''

٤ پھر ناک میں پانی ڈالے اور اسے صاف کرے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

«بَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِماً»[3]

''ناک میں پانی لے جانے میں مبالغہ کرو الا یہ کہ تم روزے دار ہو۔''

٥ پھر پورے چہرے کو تین بار دھوئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ [المائدة: ٦]

''پھر تم اپنے چہروں کو دھوؤ۔''

٦ پھر دونوں ہاتھ کو کہنیوں تک دھوئے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ﴾ [المائدة: ٦]

''اور اپنے ہاتھ کو کہنیوں تک دھوؤ۔''

٧ پھر پورے سر کا مسح کرے۔[4] ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ﴾ [المائدة: ٦]

''اور اپنے اپنے سروں کا مسح کرو۔''

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٠١) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٣٩٨)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٤٤) بإسناد صحيح.

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٣٦٦) سنن الترمذي، رقم الحديث (٧٨٨)

[4] سر کے ساتھ گردن کا مسح کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ گردن کا مسح کرنا نبی کریم ﷺ سے ثابت نہیں ہے۔

Marfat.com

سر کے ساتھ دونوں کانوں کا مسح کرنا بھی ضروری ہے۔ مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ نیا پانی لے کر شہادت کی انگلی کان میں رکھے اور انگوٹھے کو کان کے اوپر چاروں طرف پھیرے۔ یہ رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے۔

⑧ پھر دونوں پاؤں کو ٹخنوں تک دھوئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ﴾ [المائدة: ٦]

"اور ٹخنوں تک اپنے اپنے پاؤں کو دھوو۔"

⑨ وضو میں ترتیب کا لحاظ کرے۔

حضرت حمران سے روایت ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کا پانی منگوایا۔ پہلے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو تین بار دھویا، پھر کلی کی اور ناک میں پانی ڈال کر صاف کیا، پھر اپنے چہرے کو تین بار دھویا، پھر اپنے داہنے ہاتھ کو کہنیوں تک تین بار دھویا، اسی طرح بائیں ہاتھ کو بھی، پھر اپنے سر کا مسح کیا، پھر اپنے داہنے پاؤں کو ٹخنوں تک تین بار دھویا، اسی طرح بایاں پاؤں بھی دھویا۔ اس کے بعد فرمایا: میں نے اسی طرح رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے ہوئے دیکھا ہے۔[1]

⑩ وضو کے بعد یہ دعا پڑھے:

((أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ))[2]

"میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔"

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٥٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٦)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٤)

Marfat.com

سنن ترمذی میں یہ زیادہ ہے:

((اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِي مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِي مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ)) [1]

"اے اللہ! تو مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے بنا دے اور مجھے پاک رہنے والوں سے بنا دے۔"

⑪ اعضائے وضو کو ایک بار دھونا بھی جائز ہے، دو بار بھی اور تین بار بھی، البتہ تین بار سے زیادہ دھونا جائز نہیں۔

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ نے تین تین بار اعضائے وضو کو دھویا، اس کے بعد فرمایا:

((مَنْ زَادَ فَقَدْ أَسَاءَ وَتَعَدّٰی وَظَلَمَ)) [2]

"جس نے اس پر زیادہ کیا، اس نے بہت برا، ظلم اور تجاوز کیا۔"

⑫ اعضائے وضو دھونے میں داہنے جانب کو بائیں جانب پر مقدم کرے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا تَوَضَّأْتُمْ فَابْدَأُوْا بِمَيَامِنِكُمْ)) [3]

"جب تم وضو کرو تو داہنے جانب سے شروع کرو۔"

⑬ وضو سے پہلے مسواک کرنا بھی مستحب ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں:

اگر میری امت پر دشوار نہ گزرتا تو میں انھیں ہر وضو کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔" [4]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٥٥)

[2] سنن النسائي، رقم الحديث (١٤٠) مسند أحمد (١٨٠/٢) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٦٦)

[3] مسند أحمد (٨٨٣٧)

[4] مسند أحمد (٦٥٨/٦)

Marfat.com

۱۴ ہاتھوں اور پیروں کی انگلیوں کے درمیان خلال کرنا چاہیے۔[1]

وضو کرنے کا طریقہ:

وضو کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دل میں وضو کی نیت کرلے، پھر اگر ممکن ہو تو پانی کا برتن داہنے جانب رکھے اور ''بسم اللہ'' کہہ کر وضو شروع کرے۔ پہلے پانی دونوں ہتھیلیوں پر ڈالے اور انھیں تین بار دھوئے، پھر تین بار کلی کرے، پھر تین بار ناک میں پانی ڈال کر کھینچے اور صاف کرے، پھر چہرہ دھوئے، اس طرح سر کے بالوں سے شروع کر کے ٹھوڑی کے آخر تک اور ایک کان سے دوسرے کان تک دھوئے۔ تین بار ایسا کرے۔ پھر داہنا ہاتھ بازو تک تین بار دھوئے اور انگلیوں کا خلال کرے، اسی طرح بایاں ہاتھ بھی دھوئے، پھر ایک بار پورے سر کا مسح کرے اور وہ اس طرح کہ سر کے اگلے حصے سے شروع کرے اور دونوں ہاتھ گدی تک لے جائے، پھر انھیں واپس لوٹائے اور مسح کرتے ہوئے سر کے اگلے حصے تک لے آئے، پھر دونوں کانوں کے اندر اور باہر مسح کرے، پھر داہنا پاؤں ٹخنوں تک تین بار دھوئے، اسی طرح بایاں پاؤں بھی دھوئے اور اس کے بعد یہ دعا پڑھے:

«أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ، لَا شَرِيْكَ لَهُ، وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ، اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِيْ مِنَ التَّوَّابِيْنَ وَاجْعَلْنِيْ مِنَ الْمُتَطَهِّرِيْنَ»[2]

''میں گواہی دیتی ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، وہ ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتی ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں۔ اے اللہ! تو مجھ کو توبہ کرنے والوں میں سے بنا دے اور مجھے بہت زیادہ پاک رہنے والوں میں سے بنا دے۔''

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٩)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٣٤) سنن الترمذي، رقم الحديث (٥٥)

Marfat.com

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے وضو کیا اور دونوں ہتھیلیوں کو اچھی طرح دھویا، پھر تین بار کلی کی، پھر تین بار ناک میں پانی ڈالا، پھر تین بار چہرہ دھویا اور دونوں ہاتھ تین بار دھوئے، پھر سر کا ایک بار مسح کیا اور ٹخنوں تک دونوں پاؤں دھوئے اور فرمایا: میں تمھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وضو کا طریقہ بتانا چاہتا ہوں۔[1]

وضو کرتے وقت ہمیشہ یہ خیال رکھنا چاہیے کہ جس جگہ وضو کر رہے ہیں وہ جگہ پاک ہے یا نہیں؟

نواقضِ وضو:

بعض ایسی چیزیں ہیں جو وضو کو توڑ دیتی ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. پاخانہ یا پیشاب کے راستے سے جو کچھ نکلے، جیسے: پیشاب، منی، مذی، ودی، پاخانہ اور ہوا خارج ہونا، ان تمام چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ أَحَدِكُمْ إِذَا أَحْدَثَ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ))[2]

”جب تم میں سے کسی کو حدث واقع ہو جائے تو جب تک وہ دوبارہ وضو نہ کرے، اللہ تعالیٰ اس کی نماز قبول نہیں کرتا۔“

2. نشہ آور چیزوں کے استعمال سے اگر عقل پر پردہ پڑ جائے تو یہ ناقضِ وضو ہے، کیوں کہ یہ نیند کے مشابہ ہے۔ جب نیند ناقضِ وضو ہے تو گویا یہ بھی ناقضِ وضو ہے۔

3. لیٹ کر گہری نیند سونا۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

((وِكَاءُ السَّهِ الْعَيْنَانِ فَمَنْ نَامَ فَلْيَتَوَضَّأْ))[3]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٤٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٢٥)

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٠٣)

Marfat.com

''آنکھیں سرین (چوتڑ) کا بندھن ہے، جو سو جائے تو وہ وضو کرے۔''

④ کسی پردے کے بغیر شرم گاہ کو چھونا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ مَسَّ ذَكَرَهُ فَلَا يُصَلِّ حَتّٰى يَتَوَضَّأَ))[1]

''جو اپنی شرم گاہ کو چھوئے تو وہ وضو کیے بغیر نماز نہ پڑھے۔''

اسی طرح بچے کی شرم گاہ کو چھونے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے، جیسے بچے کا پاخانہ یا پیشاب صاف کرتے وقت اگر ہاتھ بچے کی شرم گاہ کو لگ گیا تو وضو ٹوٹ جائے گا۔ (دار الافتاء کمیٹی سعودی عرب)

⑤ شہوت کے ساتھ کسی کو چھونا۔

⑥ اونٹ کا گوشت کھانا۔ ایک صحابی نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا بھیڑ بکری کا گوشت کھانے سے وضو کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر چاہو تو وضو کرو اور چاہو تو نہ کرو، پھر سوال کیا کہ اونٹ کے گوشت سے وضو کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں۔[2]

اس سے معلوم ہوا کہ بکری کا گوشت کھانے سے وضو ضروری نہیں ہے، لیکن اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو ضروری ہے۔

وضو کی استحبابی صورتیں:

① جس عورت کو مسلسل پیشاب کے قطرے آتے رہتے ہیں یا ہوا خارج ہوتی رہتی ہے تو اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے، لیکن اگر مشقت ہو تو یہ ضروری نہیں۔

② استحاضہ والی عورت، جسے ایامِ عادت کے علاوہ خون آتا رہتا ہے، اس کے

---

① سنن الترمذي، رقم الحديث (٨٦)

② صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٦٠)

Marfat.com

لیے بھی بہتر ہے کہ ہر نماز کے لیے نیا وضو کرے۔ رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ بنت ابی حبیش رضی اللہ عنہا کو ہر نماز کے لیے وضو کرنے کا حکم دیا تھا۔[1]

مصنوعی بالوں پر مسح کرنے کا حکم:

مصنوعی بالوں پر مسح کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس نے اپنے سر پر مسح نہیں کیا ہے، بلکہ مصنوعی بالوں پر کیا ہے، لہٰذا اس سے بچنا چاہیے اور انھیں اتار کر سر پر مسح کرنا چاہیے۔

ناخن پالش (Nail Polish) پر وضو کرنے کا حکم:

ناخن پالش پر وضو کرنا صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ گاڑھا ہوتا ہے، اس وجہ سے پانی ناخن تک نہیں پہنچتا، بعض عورتیں کہتی ہیں کہ جب پر وضو جائز ہے تو اس پر بھی جائز ہونا چاہیے تو اس کا جواب یہ ہے کہ منہدی اور ناخن پالش میں فرق ہے۔ منہدی ایک قسم کا رنگ ہوتا ہے جو چمڑے میں سرایت کر جاتا ہے اور وہ پانی کو چمڑے تک پہنچنے سے نہیں روکتا ہے، جب کہ ناخونی ایک قسم کا گاڑھا مادہ ہوتا ہے جو جم جاتا ہے اور پانی کو ناخن تک پہنچنے سے روکتا ہے، اس لیے اس پر وضو صحیح نہیں ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

موزوں پر مسح کا حکم:

موزوں پر مسح کرنا کتاب اور سنت سے ثابت ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا تَوَضَّأَ أَحَدُكُمْ، وَلَبِسَ خُفَّيْهِ فَلْيَمْسَحْ عَلَيْهِمَا وَلْيُصَلِّ وَلَا يَخْلَعْهُمَا إِنْ شَاءَ إِلَّا مِنْ جَنَابَةٍ))[2]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٩٨) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٢٦) سنن النسائي، رقم الحديث (٢١٠)

[2] سنن دار قطني (١/٣٧٦)

Marfat.com

''جب تم میں سے کوئی وضو کرے اور اپنے دونوں موزوں کو پہنے تو ان پر مسح کر کے نماز پڑھ لے اور جنابت کے علاوہ اگر چاہے تو موزے نہ اتارے۔''

اس سے معلوم ہوا کہ موزوں پر مسح کرنا جائز ہے۔

موزے پر مسح کرنے کی شروط:

موزے پر مسح کرنا اس وقت جائز ہے:

1. جب موزے کو وضو کے بعد پہنا گیا ہو۔
2. جہاں تک پاؤں کا دھونا فرض ہے، وہاں تک پاؤں موزے سے ڈھکا ہوا ہو۔
3. مسح کے بعد اس کو اتارا نہ گیا ہو۔ اگر اتار لیا ہے تو پاؤں کا دھونا ضروری ہے۔

مدتِ مسح:

مقیم کے لیے ایک دن اور ایک رات، جب کہ مسافر کے لیے تین دن اور تین راتیں ہے۔ شرط یہ ہے کہ وضو کے بعد پہنا گیا ہو، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

((جَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَلَيَالِيَهُنَّ لِلْمُسَافِرِ وَيَوْماً وَّلَيْلَةً لِلْمُقِيْمِ))[1]

''رسول اللہ ﷺ نے تین دن اور تین رات مسافر کے لیے اور ایک دن اور رات مقیم کے لیے متعین کیا ہے۔''

❀❀❀❀❀❀❀

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۷۶)

Marfat.com

حیض و نفاس کے احکام

حیض کی تعریف اور احکام:

حیض اس خون کو کہتے ہیں جو بالغہ عورت کو ہر مہینے ایک متعین مدت تک رحم سے آتا ہے، اس کا کم سے کم وقت ایک دن اور ایک رات ہے اور زیادہ سے زیادہ پندرہ دن ہے، لیکن عام طور پر چھے یا سات دن تک آتا ہے۔

طہر (حیض کے علاوہ بقیہ دن) کی مدت کم از کم پندرہ دن ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ عام طور پر تیئس یا چوبیس دن طہر رہتا ہے۔

اس بارے میں عورتوں کی تین قسمیں ہیں:

١ وہ عورت جس کو پہلی بار حیض آیا ہے۔

٢ وہ عورت جس کو حیض کی ایک متعین مدت معلوم ہے۔

٣ استحاضہ والی عورت۔

اس سلسلے میں ہر ایک کے الگ الگ احکام ہیں:

پہلی بار جس کو حیض آیا ہے، وہ خون دیکھتے ہی نماز، روزہ اور جنسی ملاپ ترک کر دے گی اور ایامِ طہر (پاکی کے دن) کا انتظار کرے گی۔ جب خون کی صفائی ہو جائے نماز پڑھنا شروع کر دے گی۔ اگر پندرہ دن کے بعد بھی خون جاری ہے تو وہ مستحاضہ سمجھی جائے گی اور استحاضے کے احکام کی پابندی کرے گی۔

اگر پندرہ دنوں کے دوران میں اسے ایک دو دن خون آتا ہے اور پھر ختم ہو جاتا ہے تو وہ طہر کے دنوں میں نہا کر نماز پڑھے گی اور اگر رمضان کا مہینا ہے

Marfat.com

تو روزہ بھی رکھے گی اور ایامِ خون میں رک جائے گی۔ جس عورت کو حیض کی مدت معلوم ہے، وہ ان ایام میں نماز، روزہ اور جنسی ملاپ ترک کر دے گی اور ایامِ مدت کے بعد خون کا پیلا رنگ دیکھے تو اس کی پروا نہ کرے، البتہ اگر صاف خون دیکھے تو دوبارہ غسل کرے گی۔ حضرت عطیہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"كُنَّا لَا نَعُدُّ الصُّفْرَةَ أَوِ الْكُدْرَةَ بَعْدَ الطُّهْرِ شَيْئًا" [1]

"ہم ایامِ طہر کے بعد پیلے یا مٹیالے رنگ کی کچھ پروا نہ کرتے تھے۔"

حیض میں کیا منع ہے؟

1. حالتِ حیض میں جماع کرنا منع ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ﴾ [البقرة: ٢٢٢]

"تم ان کے پاک ہونے تک ان کے قریب مت جاؤ۔"

2. حائضہ نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی، البتہ پاک ہونے کے بعد روزے کی قضا ضروری ہے۔ ارشادِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

«أَلَيْسَ إِذَا حَاضَتِ الْمَرْأَةُ لَمْ تُصَلِّ وَلَمْ تَصُمْ» [2]

"جب عورتوں کو حیض آجائے تو نماز پڑھے گی اور نہ روزہ رکھے گی۔"

3. مسجد میں داخل نہیں ہو سکتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

«لَا أُحِلُّ الْمَسْجِدَ لِحَائِضٍ وَلَا جُنُبٍ» [3]

"میں مسجد کو حائضہ اور جنبی شخص کے لیے حلال نہیں کرتا ہوں۔"

4. قرآن کی تلاوت بھی نہیں کرے گی۔ حدیث میں ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٠) سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٠٧)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٨٥٠)

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٣٦) یہ حدیث ضعیف ہے۔

Marfat.com

«لَا يَقْرَأُ الْجُنُبُ وَلَا الْحَائِضُ شَيْئًا مِّنَ الْقُرْآنِ»[1]

''جنبی اور حائضہ قرآن پاک نہیں پڑھ سکتے۔''

البتہ زبانی پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتی ہے۔

۵ حالتِ حیض میں طلاق دینا بھی صحیح نہیں ہے، بلکہ طہر کا انتظار کیا جائے گا اور طہر بھی وہ، جس میں جماع نہ کیا گیا ہو۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی بیوی کو حالتِ حیض میں طلاق دے دی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں رجوع کرنے کا حکم دیا اور فرمایا:

''اسے ماہواری سے پاک ہونے تک اپنے پاس رکھو۔''[2]

حیض میں کیا جائز ہے؟

۱ جماع کے علاوہ عورت کے ساتھ ہر انداز میں اٹھنا بیٹھنا، بوس و کنار اور کھانا پینا جائز ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جماع کے علاوہ سب کام جائز ہیں۔''[3]

۲ اللہ کا ذکر بھی کر سکتی ہے۔

۳ بیت اللہ کے طواف کے علاوہ حج و عمرہ کے بقیہ ارکان ادا کر سکتی ہے۔ طہر اور غسل کے بعد طواف بھی کر سکتی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''حاجی جو کرتا ہے، وہ سب ارکان تم بھی ادا کرو، سوائے طوافِ کعبہ کے اور جب پاک ہو جاؤ تو طواف بھی کر لو۔''[4]

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۳۱) یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (۷۳۱) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۴۷۱)

[3] سنن النسائي، رقم الحديث (۳۶۹)

[4] صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۹۹) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۶۴۱)

Marfat.com

۴ حائضہ عورت کے ساتھ کھانا پینا بھی جائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ''میں حیض کی حالت میں ہوتی اور پانی پیتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس جگہ منہ لگا کر پانی پیتے تھے، جس جگہ میں منہ لگا کر پیتی تھی۔''[1]

۵ تفسیر کی کتابیں پڑھ سکتی ہے، اس لیے کہ وہ قرآن کے علاوہ ہے، لیکن حیض کے علاوہ دوسری ناپاکی کی حالت میں نہ تو قرآن دیکھ کر پڑھ سکتی ہے اور نہ زبانی پڑھ سکتی ہے، جب تک غسل نہ کرے، کیوں کہ عام ناپاکی کے بعد وہ فوراً غسل کر سکتی ہے، مگر حیض کا مسئلہ ایسا ہے کہ فوراً غسل نہیں کر سکتی، بلکہ اس کی مدت طویل ہے، یہی محققین علما کا نظریہ ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

مانع حیض گولیوں کا استعمال:

اس سلسلے میں سعودی عرب کے دار الافتاء کمیٹی کا نظریہ یہ ہے کہ دورانِ حج حیض کے خوف سے مانع حیض گولیوں کا استعمال جائز ہے، اسی طرح اگر عورت رمضان کا روزہ رکھنا چاہتی ہے تو بھی ایسا کر سکتی ہے، مگر اسے کسی ماہر ڈاکٹر سے مشورہ کر کے ہی ایسا کرنا چاہیے، تاکہ اس کی صحت متاثر نہ ہو۔

استحاضہ کے احکام:

استحاضہ وہ خون ہے جو مدتِ حیض و نفاس کے علاوہ مخصوص جگہ سے کسی بیماری کی وجہ سے آتا ہے۔ مستحاضہ عورت کے تین حالات ہیں:

۱ عورت کو حیض کی مدت معلوم ہے، اس مدت میں جو خون آتا ہے وہ حیض ہے، باقی استحاضہ، کیوں کہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی عورت کے بارے میں فتویٰ پوچھا جسے بہت خون

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٠٠)

Marfat.com

آتا تھا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مہینے میں جتنے دن حیض کے ایام گزارتی تھی، اتنے دن رات نماز ترک کر دے، جب وہ دن گزر جائیں تو نہا کر کپڑے کی لنگوٹی باندھے اور نماز پڑھے۔''[1]

۲ عورت کو برابر خون آتا رہتا ہے، اس کے لیے کوئی متعین مدت نہیں ہے اور نہ حیض کے خون کی تمیز کر سکتی ہے، ایسی صوت میں اس کا حیض چھے یا سات دن ہے، کیوں کہ حمنہ بنت جحش رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ میں سخت استحاضہ میں مبتلا تھی، نبی کریم ﷺ کے پاس آئی اور آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا کروں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ شیطان کی طرف سے ایک چونکا ہے، چھے یا سات دن حیض کے شمار کر، پھر نہا لے، جب پاک و صاف ہو جائے تو تئیس یا چوبیس دن نماز پڑھ اور روزے رکھ، یہی تجھے کافی ہے اور ہر مہینے اسی طرح کرتی رہے، جس طرح عام عورتیں ایامِ ماہواری گزارتی ہیں۔''[2]

۳ عورت کی مقررہ مدت نہیں ہے، لیکن وہ حیض اور استحاضہ میں تمیز پیدا کر سکتی ہے۔ ایسی صورت میں وہ اپنی تمیز پر عمل کرے گی۔ فاطمہ بنت حبیش رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ وہ استحاضہ کی بیماری میں مبتلا تھیں تو ان سے نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''حیض کا خون سیاہ ہوتا ہے، جو معروف ہے۔ اگر یہی ہے تو نماز مت پڑھو اور اگر کوئی دوسرا رنگ ہے تو وضو کر کے نماز پڑھ لیا کرو، اس لیے کہ یہ رگ کا خون ہے، حیض نہیں۔''[3]

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۷۳) سنن النسائي، رقم الحديث (۲۰۸)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۸۷) سنن الترمذي، رقم الحديث (۱۲۸)

[3] سنن أبي داود، رقم الحديث (۲۸٦)

Marfat.com

مستحاضہ کے احکام:

استحاضہ کوئی ایسی حالت نہیں ہے، جس میں وہ تمام چیزیں ممنوع ہوں جو بحالتِ حیض ممنوع ہیں، البتہ کچھ ایسے امور ہیں جن کی رعایت ضروری ہے، وہ احکام مندرجہ ذیل ہیں:

1. نماز کے لیے اس پر غسل واجب نہیں ہے۔
2. ہر نماز کے لیے وضو ضروری ہے، اس لیے کہ نبی مکرم ﷺ کا یہی حکم ہے: ''پھر ہر نماز کے لیے وضو کر۔''[1]
3. وضو کرنے سے پہلے اپنی شرم گاہ کو دھو ڈالے، بلکہ بہتر یہ ہے کہ نجاست کو روکنے کے لیے روئی کا ٹکڑا رکھ لے۔
4. نماز کا وقت داخل ہونے سے پہلے وضو نہ کرے۔
5. اس حالت میں جماع جائز ہے، کیوں کہ حرمت کی کوئی دلیل نہیں ہے۔
6. اس پر بھی وہی احکام نافذ ہوں گے، جو پاک عورتوں پر نافذ ہوتے ہیں، مثلاً نماز پڑھے گی، روزہ رکھے گی، اعتکاف بیٹھے گی اور تلاوتِ قرآن کرے گی، وغیرہ وغیرہ۔ یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔

نفاس:

نفاس وہ خون ہے جو ولادت کے بعد عورت کی شرم گاہ سے خارج ہوتا ہے۔ کم سے کم اس کی کوئی حد نہیں ہے، جب بھی عورت پاک صاف ہو جائے، غسل کر کے نماز پڑھنا شروع کر دے، البتہ چالیس روز سے پہلے اس سے جماع کرنا مناسب نہیں ہے (اگرچہ حرام بھی نہیں) اس لیے کہ اس سے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٢٦)

Marfat.com

تکلیف لاحق ہونے کا خدشہ ہے۔ نفاس کی اکثر مدت چالیس دن ہے، اس لیے کہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''نفاس والی عورت چالیس دن بیٹھتی تھی۔''[1]

نیز فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ عورت بچہ جنم دینے کے بعد کتنے دن انتظار کرے؟ فرمایا:

((أَرْبَعِيْنَ يَوْماً إِلا أَنْ تَرَى الطُّهْرَ قَبْلَ ذَلِكَ))[2]

''چالیس دن انتظار کرے، الا یہ کہ اس سے پہلے پاک و صاف ہو جائے۔''

ممنوعاتِ نفاس:

نفاس سے بھی وہی تمام چیزیں منع ہیں، جو حیض کی وجہ سے منع ہیں۔ اسی طرح نفاس کے دنوں میں جو نمازیں چھوٹ گئی ہیں، اس کی قضا ضروری نہیں ہے۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١١)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٣٩) وصححه الحاكم.

Marfat.com

غسل کے احکام

غسل کی مشروعیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنۡ كُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا﴾ [المائدة: ٦]

''اگر تم جنبی ہو تو پاکی حاصل کرو۔''

یعنی غسل کر کے پاکی حاصل کرو۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

« إِذَا جَاوَزَ الْخِتَانُ الْخِتَانَ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ »[1]

''جب مرد کی شرمگاہ عورت کی شرمگاہ میں داخل ہو تو غسل واجب ہو گیا۔''

جن چیزوں سے غسل واجب ہوتا ہے:

١ جماع کرنے سے: ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنۡ كُنۡتُمۡ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوۡا﴾ [المائدة: ٦]

''اگر تم جنبی ہو تو پاکی حاصل کرو۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« إِذَا الْتَقَى الْخِتَانَانِ فَقَدْ وَجَبَ الْغُسْلُ »[2]

''جب دونوں شرم گاہیں مل جائیں تو غسل واجب ہو جاتا ہے۔''

٢ حیض اور نفاس کا خون ختم ہونے پر۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الۡمَحِيۡضِ وَ لَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰى يَطۡهُرۡنَ فَاِذَا تَطَهَّرۡنَ فَاۡتُوۡهُنَّ مِنۡ حَيۡثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٠٩)

[2] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٦٠٨)

Marfat.com

﴿التَّوَّابِينَ وَ يُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِينَ﴾ [البقرة: ٢٢٢]

''تم حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور ان سے ہم بستری نہ کرو یہاں تک کہ وہ پاک ہو جائیں، پھر جب وہ پاک ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے اللہ نے تمھیں حکم دیا ہے، بے شک اللہ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے اور پاک صاف رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اُمْكُثِي قَدْرَمَا كَانَتْ تَحْبِسُكِ حَيْضَتُكِ ثُمَّ اغْتَسِلِي))[1]

''جتنے دنوں تک تمھیں حیض آتا ہے، اتنے دنوں تک تم ٹھہری رہو، پھر غسل کرو۔''

٣ موت سے بھی غسل واجب ہو جاتا ہے، کیوں کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کی وفات پر آپ نے انھیں غسل دینے کا حکم فرمایا تھا۔

فرائضِ غسل:

١ نیت کرنا۔ چوں کہ ناپاکی زائل کرنا مقصود ہوتا ہے، اس لیے اس کا دل میں ارادہ کرنا ضروری ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ وَإِنَّمَا لِكُلِّ امْرِئٍ مَا نَوىٰ))[2]

''بے شک تمام اعمال کا دار و مدار نیتوں پر ہے اور ہر آدمی کے لیے وہی ہے، جس کا وہ ارادہ کرے۔''

٢ جسم کے ہر حصے تک پانی پہنچانا، بلکہ ہاتھ جہاں تک پہنچے وہاں تک خوب مل مل کر نہائے۔

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٣٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٩٠٧)

Marfat.com

٣ بالوں اور انگلیوں کے درمیان خلال کرنا۔

غسل کی سنتیں:

١ شروع میں ''بسم اللہ'' کہنا۔

٢ برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے دونوں ہتھیلیوں کو دھونا۔

٣ پہلے ناپاکی صاف کرنا۔

٤ نہانے سے پہلے وضو کرنا۔

غسل کا طریقہ:

''بسم اللہ'' کہہ کر غسل شروع کرے، پہلے اپنی دونوں ہتھیلیوں کو دھوئے، پھر استنجا کر کے شرم گاہ کو ہر قسم کی غلاظت سے صاف کرے، پھر وضو کرے، البتہ پاؤں وضو کے ساتھ دھونا بھی جائز ہے اور اگر غسل کے آخر میں دھوتی ہے تو بھی جائز ہے، پھر دونوں ہتھیلیاں پانی سے تر کر کے سر کے بالوں کی جڑوں میں داخل کر کے تین بار دھوئے، اگر چوٹی باندھ رکھی ہے اور پانی کا بالوں کی جڑ تک پہنچنا ممکن ہے تو اس کا کھولنا ضروری نہیں ہے، کیوں کہ امِ سلمہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے: ''ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: میں اپنے سر کی چوٹی کو سختی کے ساتھ باندھ لیتی ہوں، کیا طہارت حاصل کرتے وقت اس کو کھول دوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تجھے اس پر تین چلو پانی ڈال لینا کافی ہے، پھر اپنے تمام بدن پر پانی ڈالے، ایسا کرنے سے مکمل طہارت حاصل ہو جائے گی۔''[1]

پھر جسم کے دائیں جانب پانی ڈالے، اس کے بعد بائیں جانب اور اوپر سے نیچے تک خوب مل مل کر نہائے۔

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (٣٣٠) مسند أحمد (٦/٣١٤)

Marfat.com

غسل سے متعلق چند ضروری مسائل:

1. اگر حیض اور جنابت دونوں کے لیے غسل کرنا ہے تو ایک غسل دونوں کے لیے کافی ہے، اسی طرح جمعہ اور عید یا جنابت اور جماع دونوں ساتھ ساتھ واقع ہو جائیں تو دونوں کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے۔ شرط یہ ہے کہ عورت نے دونوں کی نیت کی ہو۔

2. جنابت کا غسل کرلیا، لیکن بعد میں اس نے وضو نہیں کیا تو وہ غسل وضو کے لیے کافی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غسل کرنے کے بعد وضو نہیں کرتے تھے۔[2]

3. جنبی اور حائضہ کے لیے بہتر ہے کہ وہ بالوں کو صاف کرلیں اور ناخن کاٹ لیں۔

4. غسل و وضو کے لیے تولیے کا استعمال کرنا جائز ہے۔

5. عورت کے بچے ہوئے پانی سے مرد غسل کرسکتا ہے، اسی طرح مرد کے بچے ہوئے پانی سے عورت غسل کرسکتی ہے۔ اسی طرح دونوں ایک ساتھ غسل کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیوی غسل فرما رہی تھیں، اتنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم حاضر ہوئے اور اسی پانی سے وضو کرنا چاہا تو انھوں نے کہا کہ میں ناپاک ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
((إِنَّ الْمَاءَ لَا يَجْنُبُ))[2] ”بے شک پانی ناپاک نہیں ہوتا۔“

❀❀❀❀❀❀❀

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٠٧) سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٥٠) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٥٧٩)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٥٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٦٥)

Marfat.com

تیمّم کے احکام

تیمّم کی مشروعیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَ اَيْدِيْكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا﴾

[النساء: ٤٣]

''اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی بیت الخلاء سے فارغ ہوا ہے یا تم نے عورتوں کو ہاتھ لگایا ہے اور پانی نہیں پا رہے تو پاک مٹی سے تیمّم کرو اور اپنے چہروں اور ہاتھ کا مسح کرو، بے شک اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بخشنے والا ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اَلصَّعِيْدُ وَضُوْءُ الْمُسْلِمِ وَإِنْ لَّمْ يَجِدِ الْمَاءَ عَشْرَ سِنِيْنَ)) [1]

''پاک مٹی مسلمان کا وضو ہے، چاہے اسے دس سال تک پانی نہ ملے۔''

تیمّم کس کے لیے جائز ہے؟

چوں کہ تیمّم وضو اور غسل دونوں کا بدل ہے، غسل چاہے جنابت کا ہو یا حیض و نفاس کا ہو، اگر عورت پانی تلاش کرتی ہے اور اسے پانی نہیں ملتا ہے یا پانی موجود ہے، مگر بیماری کی وجہ سے اسے استعمال کرنے پر قدرت نہیں رکھتی یا

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (٣٢٢) سنن الترمذي، رقم الحديث (١٢٤)

Marfat.com

پانی استعمال کرنے سے بیماری بڑھنے کا اندیشہ ہے یا وہ بیماری کی وجہ سے حرکت نہیں کرسکتی اور کوئی اسے پانی دینے والا بھی نہیں تو ان تمام صورتوں میں تیمّم کر سکتی ہے۔ واللہ أعلم بالصواب.

تیمّم:

پہلے ''بسم اللہ'' کہے، پھر دل میں تیمّم کی نیت کر کے زمین پر دونوں ہتھیلیوں کو مارے، مٹی ہو یا ریت، سب جگہ جائز ہے اور ہاتھ کو گرد وغبار سے جھاڑ لے تو کوئی حرج نہیں ہے، پھر ایک بار چہرے کا مسح کرے اور ہتھیلیوں کو ملے، تیمّم ہو گیا۔ ایسا ہی نبی مکرم ﷺ سے ثابت ہے۔

نواقضِ تیمّم:

تیمّم دو وجہ سے ٹوٹ جاتا ہے:

۱ جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے، ان سے تیمّم بھی ٹوٹ جاتا ہے، کیوں کہ تیمّم وضو کا بدل ہے۔

۲ اگر نماز شروع ہونے سے پہلے پانی مل جائے یا نماز کے دوران ہی پانی مل جائے تو بھی تیمّم ختم ہو جائے گا اور وضو کرنا ضروری ہو گا اور اگر نماز سے فارغ ہو چکی ہے، پھر پانی ملا تو اس صورت میں نماز درست ہے، اس کا دوبارہ ادا کرنا ضروری نہیں ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں:

''دو آدمی سفر پر نکلے، نماز کا وقت آ گیا، مگر ان کے ساتھ پانی نہیں تھا۔ دونوں نے پاک مٹی سے تیمّم کیا اور نماز پڑھ لی، پھر جب پانی بھی مل گیا، جب کہ ابھی نماز کا وقت بھی باقی تھا، ان میں سے ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی جب کہ دوسرے نے وضو کیا نہ نماز

Marfat.com

دہرائی۔ سفر سے واپسی کے بعد دونوں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا واقعہ سنایا۔ آپ نے اس شخص کو جس نے دوبارہ نماز نہیں پڑھی تھی۔ فرمایا: ''تو نے سنت کے مطابق کیا اور تیری نماز کافی ہو گئی۔'' دوسرے سے فرمایا: ''تجھے دوگنا اجر ملے گا۔''[1]

(1) سنن أبي داود، رقم الحديث (٣٣٨) سنن النسائي، رقم الحديث (٤٣٣)

Marfat.com

نماز کے احکام

صلاۃ کا لغوی مفہوم، جس کو ہم اپنی مادری زبان میں ''نماز'' کہتے ہیں، ''دعا'' ہے اور شرعی اصطلاح میں نماز ان مخصوص افعال و اقوال کا نام ہے، جن کا آغاز تکبیرِ تحریمہ یعنی ''اللہ اکبر'' سے ہوتا ہے اور خاتمہ ''سلام'' پر ہوتا ہے، درمیان میں قیام و رکوع اور سجود بھی ہوتا ہے۔

نماز کب فرض ہوئی؟

یہ بات مسلّم ہے کہ نماز معراج میں فرض ہوئی ہے، اس پر تمام علما کا اتفاق ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معراج کی رات پچاس وقت کی نماز فرض ہوئی تھی، پھر کم کر دی گئی، یہاں تک کہ کم کرتے کرتے پانچ وقت کی نماز باقی رہ گئی، پھر ندا دی گئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے یہاں بات بدلی نہیں جاتی اور تمھارے لیے ان پانچوں نمازوں کے بدلے پچاس کا ثواب ملے گا۔''[1]

نماز کی فرضیت کے دلائل:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ لِّعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یُقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ یُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً﴾ [إبراهيم: ١٣]

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (٤٤٩) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٣)

Marfat.com

''آپ (ﷺ) میرے مومن بندوں سے کہہ دیں کہ وہ نماز قائم کریں اور جو کچھ ہم نے ان کو عطا کیا ہے، اس میں سے در پردہ اور علی الاعلان خرچ کریں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے:

① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

② نماز قائم کرنا۔ ③ زکاۃ دینا۔

④ خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ ⑤ رمضان کے روزے رکھنا۔[1]

نماز واجب ہونے کی شروط:

نماز واجب ہونے کی چند شروط ہیں اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

1. عورت مسلمان ہو۔
2. بالغ ہو۔
3. پاگل یا مجنون نہ ہو، بلکہ صاحبِ عقل اور سمجھ بوجھ والی ہو۔
4. حیض ونفاس کی حالت میں نہ ہو، البتہ نابالغ بچی کی نماز صحیح ہے، اگرچہ اس پر نماز واجب نہیں ہے۔

نماز کی صحت کی شروط:

نماز کی صحت لیے وہی شرطیں ہیں، جو نماز کے واجب ہونے کی ہیں۔ البتہ ان کے علاوہ کچھ مزید شرطیں بھی ہیں، جن کی رعایت ضروری ہے اور وہ

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱٦)

Marfat.com

مندرجہ ذیل ہیں:

١ نماز کا وقت داخل ہو گیا ہو۔

٢ حدثِ اکبر اور حدثِ اصغر سے پاک ہو۔

٣ کپڑا، بدن اور جگہ ہر قسم کی نجاست سے پاک ہو۔

٤ مکمل ستر پوشی ہو۔

٥ قبلے کی طرف رخ ہو۔

٦ دل میں نماز کی نیت ہو، زبان سے نیت کے الفاظ کہنا صحیح نہیں ہے۔

٧ ایک دوسرے سے بات چیت کرنا بند کر دیا جائے۔

٨ کھانا پینا بھی بند کر دیا جائے۔

نماز کے ارکان:

نماز کے ارکان بھی اس طرح واجب ہیں، جس طرح نماز کے شروط، البتہ دونوں میں فرق یہ ہے کہ نماز کے شروط ان پر مقدم ہیں، جیسے طہارت وغیرہ اور ارکان ان اعمال کا نام ہے، جن کے چھوٹ جانے سے نماز باطل ہو جاتی ہے، جیسے قیام، رکوع اور سجود وغیرہ۔ نماز کے ارکان درج ذیل ہیں:

① تکبیرِ تحریمہ: اللہ اکبر۔ ② قیام۔

③ سورت فاتحہ کی قراءت۔ ④ رکوع۔

⑤ رکوع کے بعد سیدھا کھڑا ہونا۔ ⑥ ہر رکعت میں دو سجدے۔

⑦ دونوں سجدوں کے درمیان بیٹھنا ⑧ آخری قعدہ۔

⑨ دونوں جانب سلام پھیرنا۔

⑩ ہر رکن کو اطمینان سے ادا کرنا۔

Marfat.com

نماز کی سنتیں:

① چار جگہوں پر رفع الیدین کرنا۔ تکبیرِ تحریمہ کے وقت، رکوع جاتے وقت، رکوع کے بعد اور تیسری رکعت کے لیے کھڑے ہوتے وقت۔

② سینے پر ہاتھ باندھنا۔

③ دعاے ثنا پڑھنا۔

④ قراءت سے پہلے ”أعوذ باللّٰه“ پڑھنا۔

⑤ سورت فاتحہ کے بعد آمین کہنا۔

⑥ جہری نمازوں میں بلند قراءت کرنا۔

⑦ رکوع جاتے وقت تکبیر کہنا۔

⑧ رکوع میں ”سبحان ربي العظيم“ کہنا۔

⑨ سجدے میں جاتے وقت پہلے دونوں ہاتھوں کو رکھنا، پھر دونوں گھٹنوں کو۔

⑩ سات اعضا پر سجدہ کرنا۔

⑪ سجدے میں ”سبحان ربي الأعلىٰ“ کہنا۔

⑫ دوسرے سجدے کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا، پھر دوسری رکعت کے لیے کھڑے ہونا۔

⑬ آخری تشہد میں تورّک۔

ان امور کا بیان جن میں نماز باطل ہو جاتی ہے:

① جان بوجھ کر بات کرنا، لیکن اگر بھول کر بات کر لی ہے تو سجدہ سہو ضروری ہو گا، نماز باطل نہیں ہو گی۔

② قہقہہ مار کر ہنسنا۔

Marfat.com

③ کھانا، پینا، چاہے تھوڑا ہی کیوں نہ ہو۔

④ نماز میں بہت زیادہ بے کار حرکتیں کرنا۔

⑤ وضو کا ٹوٹ جانا۔

⑥ دورانِ نماز خیال آئے کہ اس نے وضو نہیں کیا ہے۔

⑦ اعتدال واطمینان سے تمام ارکان کو ادا نہ کرنا۔

⑧ قبلے کے علاوہ کسی دوسری طرف رخ کر کے نماز پڑھنا۔

مذکورہ امور سے نماز باطل ہو جائے گی اور دوبارہ ادا کرنا ہوگی۔

ان امور کا بیان جو نماز میں مکروہ ہیں:

کچھ امور ایسے ہیں کہ اگر وہ نماز میں واقع ہو جائیں تو اس سے نماز باطل نہیں ہوگی، لیکن اجر کم ہو جائے گا، اس لیے کوشش یہ ہونی چاہیے کہ ایسے امور نماز میں واقع نہ ہوں اور وہ امور مندرجہ ذیل ہیں:

① دورانِ نماز آسمان کی طرف دیکھنا۔

② نماز میں اِدھر اُدھر دیکھنا۔

③ کمر پر ہاتھ رکھنا۔

④ نماز میں بال سیدھے کرنا، آستین یا کپڑا سیدھا کرنا۔

⑤ سجدے کے وقت ایک سے زیادہ مرتبہ سجدے کی جگہ سے کنکریوں وغیرہ کو صاف کرنا، اگر ایک مرتبہ صاف کر لیا ہے تو کوئی حرج نہیں۔

⑥ رکوع وسجود وغیرہ میں قرآن کی تلاوت کرنا۔

⑦ کھانے کی موجودگی میں نماز پڑھنا۔

⑧ نماز میں اِقعا کرنا، یعنی کتے کے بیٹھنے کی طرح بیٹھنا۔

Marfat.com

نماز پڑھنے کا مسنون طریقہ:

جب عورت وضو سے فارغ ہو جائے تو مندرجہ ذیل طریقے سے اسے اپنی نماز ادا کرنی چاہیے:

① اپنے پورے جسم کے ساتھ سیدھی قبلے کی طرف کھڑی ہو۔

② دل میں نماز کی نیت کرے (زبان سے بالکل نہ کہے)۔ سنت یہ ہے کہ اپنے سامنے سترہ رکھ لے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ نے سترہ رکھنے کا حکم دیا ہے۔

③ تکبیرِ تحریمہ، یعنی "اللہ اکبر" کہے اور اپنی نگاہ کو سجدے کی جگہ رکھے۔

④ تکبیر کے وقت اپنے دونوں ہاتھوں کو مونڈھوں تک یا کانوں کی لو تک لے جائے (کئی عورتیں کانوں کو چھوتی ہیں، بعض عورتیں ہاتھ کانوں کے اوپر تک لے جاتی ہیں، یہ غلط ہے)۔

⑤ اپنی داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر رکھ کر سینے پر ہاتھ باندھ لے۔

⑥ دعاے ثنا پڑھے اور وہ یہ ہے:

«اَللّٰهُمَّ بَاعِدْ بَيْنِي وَبَيْنَ خَطَايَايَ كَمَا بَاعَدْتَّ بَيْنَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ، اَللّٰهُمَّ نَقِّنِي مِنْ خَطَايَايَ كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْأَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ، اَللّٰهُمَّ اغْسِلْ خَطَايَايَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ»[1]

⑦ پھر "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" اور "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ" کہہ کر سورت فاتحہ پڑھے، اس کے بعد "آمین" کہے، اس کے بعد قرآن کی جو سورت یاد ہو، اسے پڑھے۔

⑧ پھر اللہ اکبر کہتی ہوئی رکوع میں جائے۔ رکوع کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے سر کو

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٧١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٩٨)

Marfat.com

اپنی پیٹھ کے بالکل برابر رکھے، ذرا بھی اونچا نیچا نہ کرے اور اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے، اس طرح کہ انگلیاں کھلی ہوئی ہوں۔ انتہائی اطمینان اور سکون کے ساتھ "سبحان ربي العظيم" تین بار پڑھے۔ البتہ رکوع جاتے وقت رفع الیدین کرے، یعنی اپنے دونوں ہاتھوں کو اپنے دونوں کندھوں تک یا کانوں کی لو تک لے جائے، جس طرح تکبیرِ تحریمہ کے وقت کیا تھا۔

٩ پھر جب رکوع سے اٹھے تو رفع الیدین کرے اور ساتھ ہی "سمع الله لمن حمده" بھی کہے اور قیام کی حالت میں یہ دعا پڑھے:

((رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ حَمْداً كَثِيراً طَيِّباً مُبَارَكاً فِيهِ، مِلْءَ السَّمَاوَاتِ وَمِلْءَ الْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمِلْءَ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْئٍ بَعْدُ))

١٠ پھر "اللہ اکبر" کہتی ہوئی سجدے میں جائے، پہلے دونوں ہاتھوں کو رکھے، پھر دونوں گھٹنوں کو اور سجدہ اس طرح کرے کہ دونوں ہاتھ اور پیروں کی انگلیاں قبلے کی طرف ہوں اور ہاتھوں کی انگلیاں ملی ہوئی ہوں۔ دونوں بازوؤں کو دونوں پہلوؤں سے دور رکھے، انتہائی خشوع وخضوع کے ساتھ سات اعضا پر سجدہ کرے، ناک کے ساتھ پیشانی پر، دونوں ہتھیلیوں پر، دنوں گھٹنوں پر، دونوں قدموں کی انگلیوں پر، اپنے بازوؤں کو زمین پر نہ بچھائے، بلکہ زمین سے اوپر رکھے۔ سجدے میں تین مرتبہ "سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلىٰ" کہے۔

١١ پھر "اللہ اکبر" کہتی ہوئی سجدے سے اپنا سر اٹھائے، بایاں قدم بچھا کر بیٹھے اور داہنا قدم کھڑا رکھے اور داہنا ہاتھ داہنی ران پر اور بایاں ہاتھ بائیں ران پر اس طرح رکھے کہ انگلیاں گھٹنے کے قریب ہوں اور قبلے کی طرف

Marfat.com

ہوں اور یہ دعا پڑھے: ((رَبِّ اغْفِرْلِيْ رَبِّ اغْفِرْلِيْ)) [1]

⑫ پھر ''اللہ اکبر'' کہتی ہوئی دوسرا سجدہ کر کے اس میں بھی وہی دعا پڑھے جو پہلے سجدے میں پڑھی تھی۔

⑬ پھر ''اللہ اکبر'' کہتی ہوئی دوسرے سجدے سے اٹھے اور تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد دوسری رکعت کے لیے کھڑی ہو، دوسری رکعت بھی پہلی رکعت کی طرح پڑھے گی، البتہ دوسری رکعت میں دعاے ثنا نہیں پڑھے گی۔

جلسہ استراحت کے بعد دوسری یا چوتھی رکعت کے لیے اور قعدۂ اولیٰ کے بعد تیسری رکعت کے لیے جب اٹھے تو پہلے دونوں گھٹنوں کو زمین سے اٹھائے پھر دونوں ہاتھوں کو۔

⑭ پہلے قعدے میں جلسۂ استراحت کی طرح بیٹھ کر دعاے تشہد ''التحیات'' پڑھے۔ التحیات پڑھتے وقت داہنے ہاتھ کی انگلیوں کو موڑ کر کلمے کی انگلی کو کھلی رکھ کر اس سے اشارہ کرے۔

⑮ اگر تین یا چار رکعت والی نماز ہے تو پہلے قعدہ میں صرف ''التحیات'' پڑھ کر تیسری رکعت کے لیے رفع الیدین کرتی ہوئی کھڑی ہو جائے، البتہ تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورت فاتحہ پڑھے گی۔

⑯ آخری قعدہ میں تورّک کرے، یعنی اپنے داہنے پاؤں کو کھڑا رکھے، اس طرح کہ انگلیاں قبلے کی طرف ہوں اور بائیں پاؤں کو داہنی پنڈلی کے نیچے سے نکال کر زمین پر بیٹھ جائے اور دونوں ہاتھوں کو دونوں رانوں پر اسی طرح رکھے، جیسے پہلے رکھا تھا۔ پھر تشہد کے بعد درود شریف پڑھے اور دوسری دعائیں پڑھے، اس کے بعد دونوں جانب ''السلام علیکم

---

[1] صحيح ابن خزيمة (٢/ ٣٤٠)

Marfat.com

ورحمة اللہ" کہتے ہوئے سلام پھیر دے۔

کیا عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق ہے؟

احادیثِ صحیحہ میں رسول اللہ ﷺ سے عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق ثابت نہیں۔ اگر فرق ہوتا تو احادیث میں اس کا ذکر ہوتا۔ احناف دونوں کی نمازوں میں فرق کرتے ہیں، مگر اس کے لیے کوئی صحیح دلیل ان کے پاس نہیں ہے، مثلاً: وہ کہتے ہیں کہ عورت سینے پر ہاتھ باندھے گی اور مرد ناف کے نیچے، مگر اس تفریق کے لیے صحیح روایت کی ضرورت ہے اور اللہ کے رسول ﷺ سے کوئی صحیح روایت اس تفریق کے لیے ثابت نہیں ہے۔ اسی طرح وہ کہتے ہیں کہ عورت سجدے کی حالت میں اپنے پیٹ کو دونوں رانوں سے ملائے رکھے گی۔ اس مسئلے میں جن روایتوں سے وہ استدلال کرتے ہیں، وہ حد درجہ ضعیف ہیں۔ (تفصیل کے لیے دیکھیں: تنقیح الکلام ص: ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲)

خلاصہ کلام یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے عورت اور مرد کی نماز میں کوئی فرق ثابت نہیں ہے، لہٰذا عورتوں کو اسی طرح نماز پڑھنی چاہیے جس طرح رسول اللہ ﷺ نے پڑھی ہے۔

نماز کی قضا:

اگر عورت بھول گئی اور نماز نہیں پڑھی یا سوگئی یا کسی دوسرے کام میں مصروف ہونے کی وجہ سے بھول گئی اور نماز کا وقت ختم ہوگیا تو جب نماز یاد آئے، فوراً اسے پڑھ لینی چاہیے، تاخیر کرنا بہتر نہیں ہے، کیوں کہ نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

« مَنْ نَامَ عَنْ صَلَاةٍ أَوْ نَسِيَهَا فَلْيُصَلِّهَا مَتىٰ ذَكَرَهَا، فَإِنَّهَا لَا

Marfat.com

كَفَّارَةَ لَهَا إِلَّا ذَٰلِكَ»[1]

''جو شخص نماز سے سو گیا یا اس کو بھول گیا تو جب اسے یاد آئے، فوراً پڑھ لے، کیوں کہ اس کا کفارہ اس کا پڑھنا ہی ہے۔''

وہ اوقات جن میں نماز پڑھنا منع ہے:

1. فجر کی نماز کے بعد سورج نکلنے تک اس کے درمیان کوئی نفلی نماز پڑھنا منع ہے، جب سورج خوب روشن ہو جائے تو پڑھ سکتی ہے۔
2. زوال کے وقت۔
3. عصر کے بعد سے لے کر سورج غروب ہونے تک۔

رہا تحیۃ المسجد کا مسئلہ تو اسے ان اوقات میں پڑھ سکتی ہے، صرف سورج نکلتے وقت اور غروب ہوتے وقت نہیں پڑھنی چاہیے۔

نماز میں عورت امام کو کس طرح متنبہ کرے؟

اگر نماز میں امام کو کچھ سہو ہو جائے تو عورت اپنی داہنی ہتھیلی کو بائیں ہتھیلی پر رکھ کر متنبہ کرے گی اور آدمی "سبحان اللّٰه" کہے گا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

«مَنْ نَابَهُ شَيْئٌ فِي صَلَاتِهِ فَلْيُسَبِّحْ وَإِنَّمَا التَّصْفِيقُ لِلنِّسَاءِ»[2]

''جس کو نماز میں کچھ لاحق ہو جائے تو مرد "سبحان اللّٰه" کہے اور عورتوں کے لیے تصفیق (الٹے ہاتھ پر سیدھا ہاتھ مارنا) ہے۔''

نماز کے درمیان عورت چھوٹے بچوں کو لے سکتی ہے:

دورانِ نماز چھوٹی بچی یا بچہ سامنے آ جائے تو اسے عورت اٹھا سکتی ہے،

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٧٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٨٤) سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٤٢) سنن النسائي، رقم الحديث (٦١٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١١٦٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٢١)

Marfat.com

خواہ نماز فرض ہو یا سنت۔ حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امامہ بنت زینب کو اٹھائے ہوئے نماز پڑھا رہے تھے، جب آپ رکوع جاتے تو اتار دیتے اور جب سجدے سے کھڑے ہوتے تو پھر اپنی گردن پر بٹھا لیتے۔[1] ابنِ جریج کہتے ہیں کہ یہ صبح کی نماز تھی۔

عورتوں کو مسجد میں نماز پڑھنے کی ترغیب:

عورتیں مسجد میں جا کر جماعت کے ساتھ نماز پڑھ سکتی ہیں، کیوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں مسجد میں نماز پڑھتی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ''عورتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھتی تھیں۔ پھر وہ اپنی چادروں کو اوڑھے ہوئے مسجد سے واپس ہوتی تھیں، مگر اندھیرے کی وجہ سے وہ پہچانی نہیں جاتی تھیں۔''[2]

اسی طرح اگر عورت پورے پردے کے ساتھ مسجد میں جانے کے لیے اجازت طلب کرتی ہے تو اسے اجازت دینا چاہیے، روکنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَا تَمۡنَعُوۡا إِمَاءَ اللّٰہِ مَسَاجِدَ اللّٰہِ))[3]

''تم لوگ اللہ کی بندیوں کو اللہ کی مسجدوں سے نہ روکو۔''

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا ہے:

((لَا تَمۡنَعُوۡا نِسَائَکُمُ الۡمَسَاجِدَ، إِذَا اسۡتَأۡذَنَّکُمۡ إِلَیۡھَا))[4]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٦٥٠) صحيح مسلم، رقم الحديث (٥٤٣)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٣٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٤٥)

[3] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٤٢)

[4] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٤٢)

Marfat.com

''جب تمھاری عورتیں مسجد میں جانے کی اجازت طلب کریں تو تم انھیں مت روکو۔''

اتنے میں ان کے بیٹے بلال نے کہا: میں انھیں ضرور منع کروں گا، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ان کی طرف متوجہ ہوئے اور برا بھلا کہا کہ میں تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بتا رہا ہوں اور تم کہہ رہے ہو کہ میں روکوں گا۔

ان روایتوں کے علاوہ دوسری بہت سی روایتیں ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں مسجد میں نماز کے لیے جا سکتی ہیں۔ شرط یہ ہے کہ مسجد میں ان کا بہتریں انتظام ہو اور پورے پردے کے ساتھ جائیں، خوشبو وغیرہ ہرگز استعمال نہ کریں، لیکن گھر میں ان کا نماز پڑھنا افضل ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صَلَاةُ الْمَرْأَةِ فِي بَيْتِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي حُجْرَتِهَا وَصَلَاتُهَا فِي مَخْدَعِهَا أَفْضَلُ مِنْ صَلَاتِهَا فِي بَيْتِهَا))[1]

''عورت کا اپنے گھر میں نماز پڑھنا، اپنے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور کمرے کے مصلیٰ میں نماز پڑھنا گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے۔''

دوسری روایت میں ہے:

((لَا تَمْنَعُوا نِسَائَكُمُ الْمَسَاجِدَ وَبيُوتهن خَيْرٌ لَّهُنَّ))[2]

''تم لوگ اپنی عورتوں کو مسجد جانے سے نہ روکو، البتہ ان کا گھر ان کے لیے زیادہ بہتر ہے۔''

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٧٠)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٦٧)

Marfat.com

مذکورہ روایتوں سے معلوم ہوا کہ عورت مسجد میں نماز پڑھ سکتی ہے، لیکن گھر میں نماز پڑھنا افضل ہے، البتہ اگر فتنے کا خوف ہے تو مسجد میں نماز پڑھنے سے اجتناب کرنا بہتر ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

"لَوْ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ رَأَى مِنَ النِّسَاءِ مَا رَأَيْنَا لَمَنَعَهُنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ كَمَا مَنَعَتْ بَنُوْ إِسْرَائِيْلَ نِسَاءَهَا» [1]

"جو کچھ میں نے عورتوں کے متعلق دیکھا ہے، اگر رسول اللہ ﷺ بھی دیکھ لیتے تو انھیں مسجد میں جانے سے روک دیتے، جس طرح بنو اسرائیل نے اپنی عورتوں کو روک دیا تھا۔"

مذکورہ بالا روایتوں کی روشنی میں مندرجہ ذیل شروط کے ساتھ عورت مسجد جا سکتی ہے:

1. مسجد میں عورت کے لیے الگ نظام ہو۔
2. عورت مکمل پردے کے ساتھ جائے۔
3. خوشبو دار چیزیں ہرگز استعمال نہ کرے۔
4. راستہ محفوظ ہو۔

عورت کی امامت:

کیا عورت مرد کی امام بن سکتی ہے؟

عورت مرد کا امام نہیں بن سکتی، خواہ مرد کوئی بھی ہو۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَنْ يُفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمُ امْرَأَةً» [2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨٣١) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٤٥)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤١٦٣)

Marfat.com

”وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی، جس نے اپنا معاملہ کسی عورت کے سپرد کر دیا ہو۔“

اگر عورت مرد سے زیادہ پڑھی لکھی ہے تب بھی امام نہیں بن سکتی۔ رہا رسول اللہ ﷺ کا یہ فرمان: ((یَؤُمُّ الْقَوْمَ أَقْرَأُهُمْ لِكِتَابِ اللّٰهِ))[1]

”قوم کی امامت وہ شخص کرائے، جو کتاب اللہ کا زیادہ عالم ہو۔“

تو یہ حدیث مردوں کے ساتھ خاص ہے۔ دوسری بات امامت کے لیے شرط ہے کہ مرد ہو، عادل ہو اور قرآن وسنت کا عالم ہو، لہٰذا عورت مرد کا امام نہیں بن سکتی۔

عورت کا عورتوں کا امام بننا:

عورت عورتوں کی نماز میں امام بن سکتی ہے اور وہ صف میں ان کے درمیان ہی کھڑی ہوگی، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ نے ام ورقہ رضی اللہ عنہا بنت عبداللہ بن حارث کو حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کرائیں۔[2]

اسی طرح اگر وہ جماعت نہ بھی کرائیں تو بھی کوئی حرج نہیں ہے، کیوں کہ اذان اور جماعت صرف مردوں ہی پر فرض ہے، عورتوں پر نہیں۔

عورتوں کی صف بندی:

اگر دو عورتیں ساتھ میں نماز پڑھ رہی ہیں تو جو عورت امام بنے گی، دوسری عورت اس کے داہنے جانب کھڑی ہوگی۔ اگر عورت مرد کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہے تو وہ پیچھے کھڑی ہوگی۔ اگر عورت دو آدمیوں کے ساتھ نماز پڑھ رہی ہے تو دوسرا آدمی امام کے داہنے جانب کھڑا ہوگا اور عورت دونوں کے پیچھے

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٧٣)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٥٩١) وهو حديث حسن.

Marfat.com

کھڑی ہو گی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

((إِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم صَلّٰى بِهٖ وَبِأُمِّهٖ أَوْ خَالَتِهٖ فَأَقَامَنِيْ عَنْ يَّمِيْنِهٖ وَأَقَامَ الْمَرْأَةَ خَلْفَنَا)) [1]

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اور ان کی ماں یا خالہ کو نماز پڑھائی تو مجھ کو اپنے داہنے جانب کر لیا اور عورت کو ہمارے پیچھے کر دیا۔''

اسی طرح اگر مرد اور بچے ساتھ ہیں تو اس وقت بھی عورت سب کے پیچھے ہو گی۔

مرد عورتوں کی امامت کرا سکتا ہے:

مرد صرف عورتوں کی امامت کرا سکتا ہے۔ طبرانی کی روایت ہے کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لائے اور کہا: ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! آج رات میں نے ایک عجیب کام کر لیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کون سا کام؟ اُبی رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے ساتھ گھر میں چند عورتیں تھیں، انھوں نے عرض کی کہ ہم لوگ پڑھنا نہیں جانتی ہیں اور آپ پڑھنا جانتے ہیں، لہٰذا آپ ہمیں نماز پڑھا دیجیے تو میں نے آٹھ رکعت وتر پڑھایا، آپ اس کو سن کر خاموش ہو گئے۔ اُبی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے آپ کی خاموشی کو رضا مندی پر محمول کیا۔ [2]

(اس روایت کو ابو یعلی نے اور طبرانی نے معجم الاوسط میں روایت کیا ہے)

نمازِ جمعہ:

عورت پر نمازِ جمعہ فرض نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے بہتر یہ ہے کہ وہ اپنے گھر میں نمازِ ظہر ادا کرے، لیکن اگر وہ جمعہ میں شریک ہوتی ہے اور جمعہ کی نماز

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٦٦٠)

[2] مسند أحمد (١١٥/٥)

Marfat.com

پڑھتی ہے تو اس کی نماز صحیح ہے۔[1]

عیدین کی نماز:

عید خواہ عید الفطر ہو یا عید الاضحیٰ دونوں میں عورت کا عید گاہ جانا اور وہاں نماز پڑھنا مشروع ہے، خواہ وہ عورت جوان ہو، بوڑھی ہو، شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، سبھی جا سکتی ہیں۔ حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:

((أَمَرَنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَنْ نُخْرِجَ فِي الْفِطْرِ وَالْأَضْحیٰ: الْعَوَاتِقَ، وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ، فَأَمَّا الْحُيَّضُ فَيَعْتَزِلْنَ الصَّلَاةَ، وَلِيَشْهَدْنَ الْخَيْرَ وَدَعْوَةَ الْمُسْلِمِيْنَ، قُلْتُ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! إِحْدَانَا لَا يَكُوْنُ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ: لِتُلْبِسْهَا أُخْتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا))[2]

''رسول اللہ ﷺ نے ہم کو حکم دیا کہ ہم عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے موقع پر نوجوان باکرہ لڑکیوں اور حائضہ عورتوں کو لے چلیں، حائضہ عورتیں نہیں نماز پڑھیں گی، بلکہ وعظ و نصیحت اور دعا میں شریک ہوں گی۔ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کسی کے پاس چادر نہ ہو تو کیا کرے؟ آپ نے فرمایا: اس کی بہن اس کو اپنی چادر سے پہنا دے۔''

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: خَرَجْتُ مَعَ النَّبِيِّ ﷺ يَوْمَ فِطْرٍ أَوْ أَضْحیٰ فَصَلّٰى ثُمَّ خَطَبَ، ثُمَّ أَتَى النِّسَاءَ فَوَعَظَهُنَّ وَذَكَّرَهُنَّ وَأَمَرَهُنَّ بِالصَّدَقَةِ))[3]

''حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے

---

[1] المعجم الأوسط (٤/١٠٨) صحيح إبن حبان (٦/٢٩٠)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣١٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٩٠)

[3] صحيح البخاري، رقم الحديث (٩٢١)

Marfat.com

ساتھ عید الفطر یا عید الاضحیٰ کے موقع پر نکلا، آپ نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیا، اس کے بعد عورتوں کے پاس آئے اور انھیں نصیحت فرمائی اور انھیں صدقات وخیرات کرنے کا حکم دیا۔''

ان روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں عید گاہ جا سکتی ہیں، تا کہ اس کے حسنات اور بھلائیوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔ حائضہ عورت بھی جا سکتی ہے، وہ صرف نماز نہیں پڑھے گی، باقی خطبہ سنے گی اور دعا میں شریک ہوگی، جو لوگ عورتوں کو عید گاہ جانے سے روکتے ہیں، وہ صریح حدیث کی مخالفت کرتے ہیں اور بہت بڑی نیکیوں سے ان کو محروم کرتے ہیں۔

عیدین کی نماز کا طریقہ:

عیدین کی نماز صرف دو رکعت ہے، انھیں صبح سویرے دن نکلتے ہی پڑھنا افضل ہے، ان کے لیے نہ اذان کہنی چاہیے اور نہ اقامت۔

عیدین کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات تکبیریں زائد کہنی چاہییں اور دوسری رکعت میں قراءت سے پہلے پانچ تکبیریں زائد کہنی چاہییں۔

ہر تکبیر کے ساتھ رفع الیدین کرنا جائز ہے۔ عیدین کی نماز سے پہلے اور بعد میں کوئی نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

❀❀❀❀❀❀❀

Marfat.com

جنازے کے احکام

عورت کا اپنے شوہر کو غسل دینا:

عورت اپنے شوہر کو غسل دے سکتی ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

«لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِي! مَا اسْتَدْبَرْتُ مَا غَسَلَ رَسُولَ اللّٰہِ ﷺ إِلَّا نِسَاءُهُ» [1]

''اگر یہ بات مجھے پہلے معلوم ہوتی جو بعد میں معلوم ہوئی ہے تو رسول اللہ ﷺ کو صرف آپ کی عورتیں ہی غسل دیتیں۔''

اسی طرح حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کی بیوی اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے غسل دیا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو غسل دیا تھا۔ (اس روایت کو امام شافعی اور ابونعیم رحمہ اللہ نے حسن سند کے ساتھ روایت کیا ہے)

عورت کا کفن:

عورت کو پانچ کپڑوں میں کفنایا جائے گا۔ قمیص، تہہ بند، دوپٹا اور دو چادریں، کیوں کہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو ان کی وفات کے وقت پانچ کپڑوں میں کفنایا گیا تھا۔ [2]

اگر عورت حالتِ احرام میں انتقال کر گئی ہے تو وہ دیگر عورتوں ہی کی طرح کفنائی جائے گی اور نہ اس کا چہرہ نقاب سے اور نہ اس کا ہاتھ دستانے سے چھپایا جائے گا، لیکن اس کا چہرہ اور اس کے دونوں ہاتھ اس کے کفن سے ڈھانپ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٤١)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٥٧) یہ حدیث ضعیف ہے۔

Marfat.com

دیے جائیں گے۔ (فتاویٰ شیخ ابن باز)

عورت کی نمازِ جنازہ میں امام کہاں کھڑا ہو؟

عورت کی نماز جنازہ میں امام عورت کی کمر کے مقابل کھڑا ہوگا، کیوں کہ روایت ہے کہ انس بن مالک ﷺ نے ایک آدمی کی نمازِ جنازہ پڑھائی تو آپ اس کے سر کے پاس کھڑے ہوئے، اس کے بعد ایک عورت کا جنازہ آیا، اس کے جنازے میں اس کی کمر کے پاس کھڑے ہوئے، اس وقت ہمارے درمیان علاء بن زیادہ علوی بھی موجود تھے تو انھوں نے اس اختلافِ قیام کو دیکھ کر سوال کیا کہ اے ابوحمزہ! کیا رسول اللہ ﷺ اسی طرح کھڑے ہوتے تھے؟ تو انھوں نے جواب دیا: ہاں۔[1]

عورتیں نمازِ جنازہ پڑھ سکتی ہیں، جس طرح آدمی پڑھتا ہے اور وہ بھی اجر وثواب کی مستحق ہوسکتی ہے۔ عورتیں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مسجد میں نمازِ جنازہ پڑھا کرتی تھیں۔

عورتوں کے لیے قبروں کی زیارت کا حکم:

عورتوں کے لیے کثرت سے قبروں کی زیارت حرام ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَعَنَ اللّٰهُ زَوَّارَاتِ الْقُبُوْرِ»[2]

''اللہ تعالیٰ نے کثرت سے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔''

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٣١٩٤)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٠٥٦)

Marfat.com

کیوں کہ یہ باعثِ فتنہ ہے، جیسا کہ آج کل دیکھا جاتا ہے، البتہ کبھی کبھار عورتیں بھی قبور کی زیارت کرسکتی ہیں۔

عورت جنازے کے ساتھ جاسکتی ہے یا نہیں؟

صحیح یہ ہے کہ عورت جنازے کے ساتھ نہیں جا سکتی، کیوں کہ انھیں اس سے روکا گیا ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہے:

"نُهِينَا عَنِ اتبَاعِ الْجَنَائِزِ وَلَمْ يُعْزَمْ عَلَيْنَا" (1)

"ہم عورتوں کو جنازے کے ساتھ جانے سے روک دیا گیا ہے اور اس نہی کی تاکید نہیں کی گئی۔"

میت پر نوحہ کرنا:

میت پر نوحہ کرنا، چیخنا چلانا اور آہ و بکا کرنا حرام ہے، اسی طرح کپڑے پھاڑنا، رخسار پیٹنا بھی ناجائز ہے۔ صحیحین میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

((لَيْسَ مِنَّا مَنْ ضَرَبَ الْخُدُوْدَ، وَشَقَّ الْجُيُوْبَ، وَدَعَا بِدَعْوَى الْجَاهِلِيَّةِ)) (2)

"وہ شخص ہم میں سے نہیں جو رخسار پیٹتا ہے، گریبان پھاڑتا ہے اور جاہلانہ طریقے سے چیخ و پکار کرتا ہے۔"

تعزیتی مجلسیں منعقد کرنا:

میت کے گھر صرف تعزیت کرنے، ان کو تسلی دینے، صبر کی تلقین کرنے

(1) صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢١٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٣٨)

(2) صحيح البخاري، رقم الحديث (١٢٣٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٣)

Marfat.com

اور ان کے حق میں دعا کرنے لیے جانا چاہیے، یہ مسنون ہے، البتہ میت کے گھر کھانے پینے یا قرآن خوانی کے لیے اکٹھے ہونا، یہ عمل بدعت ہے۔ لوگوں کا تعزیتی اجتماع منعقد کرنا، خاص طرح کی دعائیہ مجلس قائم کرنا اور قرآن خوانی کے لیے محفل منعقد کرنا، ایسی چیزوں کا شریعت میں کوئی وجود نہیں ہے، اگر ان کا ثبوت ہوتا تو ہمارے سلف صالحین ضرور ایسا کرتے۔ نبیِ کریم ﷺ نے ایسا کوئی کام کیا ہے نہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ (فتاویٰ ابن باز)

Marfat.com

روزے کے احکام

روزے کی تعریف:

روزے کو عربی زبان میں ''صیام'' کہتے ہیں اور ''صیام'' لغت میں مطلق رُک جانے کو کہتے ہیں۔ شرعاً اس کا معنی یہ ہے کہ صبح صادق سے لے کر غروبِ شمس تک کھانے پینے اور عورتوں سے مجامعت کرنے، نیز دیگر مفطرات سے اجتناب کرنے کا نام روزہ ہے۔ روزے کا فرض ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ [البقرة: ۱۸۳]

''اے ایمان والو! تمھارے اوپر روزہ فرض کیا گیا ہے، جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا، تاکہ تمھارے اندر تقویٰ پیدا ہو جائے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے:[1]

1. اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔
2. نماز قائم کرنا۔
3. زکات دینا۔
4. رمضان کے روزے رکھنا۔
5. خانہ کعبہ کا حج کرنا۔

رمضان کا روزہ دو ہجری میں فرض ہوا، اس کے علاوہ دوسرے روزے نفلی ہیں۔ نفلی روزوں کی دو قسمیں ہیں:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۸) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱٦)

Marfat.com

1. وہ نفلی روزہ جس کا دن متعین ہے اس کو دوسرے دنوں میں نہیں رکھ سکتے۔
2. وہ نفلی روزہ جس کا کوئی دن متعین نہیں ہے، جب بھی عورت چاہے رکھ سکتی ہے، البتہ اگر شوہر موجود ہے تو اس کی اجازت ضروری ہے۔

متعین نفلی روزے درج ذیل ہیں:

1. یومِ عاشورا کا روزہ اور وہ دو روزے ہیں، نو اور دس محرم الحرام یا دس اور گیارہ محرام الحرام۔ اس کی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ اس کے رکھنے سے گزرے ہوئے ایک سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔[1]
2. عرفہ کے دن کا روزہ یعنی نو ذی الحجہ۔ اس کی بھی حدیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ یومِ عرفہ کا روزہ رکھنے سے دو سال کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ ایک گذشتہ سال کے اور ایک آیندہ سال کے۔[2]
3. ہر مہینے کے ایامِ بیض: یعنی چاند کی تیرہ، چودہ اور پندرہ تاریخ کا روزہ۔ یہ بھی حدیث سے ثابت ہے۔
4. شوال کے چھے روزے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص رمضان کے روزے رکھے اور اس کے بعد چھے دن شوال کے بھی تو گویا اس نے پورے سال کے روزے رکھے۔''[3]

وہ ایام جن میں روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے:

1. عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن روزہ رکھنا۔
2. ایامِ تشریق کے روزے، عید الاضحیٰ کے بعد۔ گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کو

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (١١٢٦)

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (١١٦٢)

[3] صحیح مسلم، رقم الحدیث (١١١٦٤)

Marfat.com

ایامِ تشریق کہتے ہیں۔

③ ایسے مریض کا روزہ رکھنا، جس کو روزے کی وجہ سے ہلاکت کا خوف ہو۔

④ حائضہ اور نفاس والی عورت کا روزہ رکھنا۔

روزے کے ارکان:

1 فجر سے پہلے دل میں روزے کی نیت کرنا، کیونکہ بغیر نیت کے روزہ بیکار ہے۔

2 کھانے، پینے اور جماع سے باز رہنا۔

3 دن میں روزہ رکھنا، یعنی طلوعِ فجر سے لے کر غروبِ شمس تک۔

روزے کو باطل کرنے والی چیزیں:

① جان بوجھ کر کھانا پینا۔ ② جماع کرنا۔

③ پیٹ میں کسی چیز کا پہنچنا۔ ④ عمداً قے کرنا۔

⑤ روزے کی نیت نہ کرنا۔ ⑥ مرتد ہونا۔

حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کا روزہ:

اگر حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنے نفس پر خطرہ لاحق ہونے کا امکان ہے یا بچے کے لیے خطرہ ہوسکتا ہے تو ایسی صورت میں وہ روزہ چھوڑ دے گی۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((إِنَّ اللّٰهَ وَضَعَ عَنِ الْمُسَافِرِ الصَّوْمَ، وَشَطْرَ الصَّلَاةِ، وَعَنِ الْحُبْلَىٰ وَالْمُرْضِعِ الصَّوْمَ))[1]

”بے شک اللہ تعالیٰ نے مسافر سے روزہ اور آدھی نماز معاف کر دی ہے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت سے روزہ معاف کر دیا ہے۔“

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٤٠٨) سنن الترمذي، رقم الحديث (٧١٥)

Marfat.com

علامہ ابنِ قدامہ رحمہ اللہ کہتے ہیں:

''حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو جب اپنے نفس پر خوف محسوس ہو تو افطار جائز ہے، لیکن بعد میں اس کی قضا واجب ہے، کیوں کہ وہ دونوں مریض کے حکم میں ہیں۔''

اسی قول کو شیخ الحدیث علامہ عبید اللہ رحمہ اللہ نے ''مرعاۃ المفاتیح'' میں راجح قرار دیا ہے۔[1]

بوڑھی عورت کا حکم:

اگر عورت بوڑھی ہے اور اسے روزہ رکھنے کی طاقت نہیں ہے تو وہ روزہ نہیں رکھے گی، بلکہ وہ ہر روز کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلائے گی اور اس پر قضا بھی نہیں ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں:

''رُخِّصَ لِلشَّیْخِ الْکَبِیْرِ أَنْ یُّفْطِرَ وَیُطْعِمَ عَنْ کُلِّ یَوْمٍ مِسْکِیْناً وَلَا قَضَاءَ عَلَیْهِ''[2]

''بوڑھا آدمی ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلائے اور اس پر قضا نہیں ہے۔''

حیض و نفاس والی عورت کا روزہ:

حیض و نفاس والی عورت پر نماز و روزہ دونوں معاف ہیں، البتہ بعد میں روزے کی قضا ضروری ہے، نماز کی نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب حالتِ حیض میں ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں روزے کی قضا کا حکم دیتے اور نماز کی قضا کا حکم نہیں دیتے تھے۔

---

[1] مرعاۃ (۳/ ۳۵۸)

[2] سنن الدارقطني (۲/ ۶۰۵)

Marfat.com

روزے کی قضا اور کفارہ:

اگر کسی شخص نے رمضان کے روزے کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کرلیا تو اس کا روزہ فاسد ہوگیا، اب اس پر اس روزے کی قضا بھی ضروری ہے اور کفارہ دینا بھی ضروری ہے۔ کفارے کی تین قسمیں ہیں:

① ایک گردن آزاد کرنا۔ ② مسلسل دو مہینے کے روزے رکھنا۔

③ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا۔

یہ تینوں قسمیں ترتیب کے ساتھ ہیں، یعنی پہلے وہ گردن آزاد کرے گا، اگر اس کی طاقت نہیں ہے تو دو مہینے کے مسلسل روزے رکھے گا اور اگر اس کی بھی طاقت نہیں ہے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے گا۔

اگر عورت جماع پر راضی ہے تو اس پر بھی قضا و کفارہ ضروری ہو گا۔

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں ہلاک ہوگیا۔ آپ نے فرمایا: کس چیز نے تجھ کو ہلاک کر دیا؟ اس نے کہا: میں نے رمضان میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تمھارے پاس کوئی غلام موجود ہے جسے تم آزاد کرسکو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا مسلسل دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلا سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر وہ بیٹھ گیا، اتنے میں رسول اللہ ﷺ کے پاس کھجور کا ایک ٹوکرا لایا گیا، آپ ﷺ نے کہا: یہ کھجور لے لو اور اسے صدقہ کر دو۔ اس نے کہا: مدینے میں مجھ سے بڑھ کر فقیر و محتاج کوئی نہیں ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا: لے جاؤ اور اپنے اہل و عیال کو کھلاؤ۔''[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٨٣٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١١١١)

Marfat.com

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عورت کو کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ ممکن ہے کہ عورت کو مجبور کر دیا گیا ہو اور وہ بذاتِ خود اس فعل پر راضی نہ ہو، ورنہ رضا مندی کی صورت میں عورت پر بھی کفارہ لازم ہے۔

اسی طرح اگر ایک دن میں کئی جماع کرے گا تو ایک ہی کفارہ لازم ہو گا، لیکن اگر کئی روز یہ حرکت کرتا رہا تو اسی اعتبار سے کفارہ لازم ہو گا، مثلاً: اگر اس نے دو روز جماع کیا تو وہ دو کفارے ادا کرے گا۔

غیر رمضان میں روزے کی حالت میں جماع کا حکم:

اگر عورت رمضان کے مہینے کے علاوہ دوسرے مہینوں میں روزہ رکھ رہی ہے اور اس کے روزے کی حالت میں شوہر نے جماع کر لیا تو کفارہ ضروری نہیں ہے۔ کفارہ صرف رمضان کے مہینے میں ہے۔

رمضان میں بھول کر جماع کرنے کا حکم:

اگر کسی نے بھول چوک کر جماع کر لیا تو وہ معاف ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ میری امت سے خطا اور بھول چوک اور مجبوری کو اٹھا لیا گیا ہے،[1] یعنی اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے۔

بوسہ لینے اور جماع کے علاوہ دوسری حرکتوں کا حکم:

احادیثِ صحیحہ سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ روزے کی حالت میں بوسہ لینا جائز ہے، اسی طرح جماع کے علاوہ دوسری حرکتیں بھی جائز ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ میرا بوسہ لینے کے لیے

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٠٤٥)

Marfat.com

بڑھے تو میں نے کہا: میں روزے سے ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں بھی روزے سے ہوں۔ پھر آپ ﷺ نے میرا بوسہ لیا۔ (1)

اس کے علاوہ صحیح مسلم میں بھی روایت موجود ہے کہ رسول اللہ ﷺ روزے کی حالت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بوسہ لیتے تھے۔ (2) یہ حدیث عام ہے، اس میں جوان اور بوڑھا سب داخل ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ حدیث رسول اللہ ﷺ کے ساتھ خاص ہے، لیکن ان کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔ صحیح یہی ہے کہ حدیث عام ہے اور اس کا حکم بھی عام ہے۔

---

(1) صحیح ابن خزیمة (٢٤٦/٣)

(2) صحیح مسلم، رقم الحدیث (١١٠٦)

Marfat.com

زکات کے احکام

زکات:

لغت میں زکات، بڑھ جانے اور زیادہ ہونے کو کہتے ہیں۔

اصطلاحِ شرع میں زکاۃ اس مال کو کہتے ہیں، جس کو عورت اپنے مال میں سے نکالتی ہے، جو نصاب کو پہنچ گیا ہو اور سال بھر کی مدت گزر چکی ہو، پھر اسے فقرا و مساکین میں تقسیم کرتی ہے۔ زکات دو (۲) ہجری میں فرض ہوئی۔

زکات ہر اس مسلمان عورت پر فرض ہے، جو کسی مال کے نصاب کی مالک ہو۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا﴾

[التوبة: ١٠٣]

''آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے کر انھیں پاک کیجیے اور ان کا تزکیہ کیجیے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَ﴾ [البقرة: ٤٣]

''اور نماز قائم کرو اور زکات دو۔''

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے:[1]

① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢)

Marfat.com

کے بندے اور رسول ہیں۔

② نماز قائم کرنا۔ ③ زکات دینا۔

④ خانہ کعبہ کا حج کرنا۔ ⑤ رمضان کے روزے رکھنا۔

زکات نہ دینے والوں کا حکم:

زکات اسلام کا عظیم رکن ہے، لہٰذا اگر کوئی عورت اس کی فرضیت کا انکار کر رہی ہے تو یہ کفر ہے اور اگر بخل اور کنجوسی کی وجہ سے زکات نہیں دے رہی تو یہ بہت بڑا گناہ ہے، اس سے زبردستی زکات وصول کی جائے گی اور وہ سزا کی مستحق ہوگی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ تَابُوْا وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ﴾ [التوبة: ۱۱]

''اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں اور زکات دیں تو وہ تمھارے دینی بھائی ہیں۔''

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ''مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے جدال کروں، یہاں تک کہ وہ گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، وہ نماز قائم کریں اور زکات دیں۔ جب وہ لوگ یہ کرنے لگیں گے تو انھوں نے مجھ سے اپنے جان و مال کو محفوظ کر لیا، سوائے اسلام کے حق کے اور ان کا حساب اللہ پر ہے۔''[1]

نیز ارشاد فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَ الْفِضَّةَ وَ لَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۵) صحيح مسلم، رقم الحديث (۲۲)

Marfat.com

اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۴﴾ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَ جُنُوْبُهُمْ وَ ظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ﴾ [التوبة: ٣٤، ٣٥]

''جو لوگ سونا اور چاندی کا خزانہ جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کے راستے میں خرچ نہیں کرتے تو آپ انھیں دردناک عذاب کی بشارت دے دیجیے، جس دن اس کو جہنم کی آگ میں گرم کیا جائے گا، پھر اس سے ان کی پیشانی، پہلو اور پیٹھ کو داغا جائے گا، یہ وہی خزانہ ہے جس کو تم نے اپنے لیے جمع کیا تھا، لہٰذا چکھو جس چیز کو تم جمع کرتے تھے۔''

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ ایک عورت اپنی بچی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی، بچی کے ہاتھ میں سونے کے دو کنگن تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے پوچھا: کیا تم اس کی زکات ادا کرتی ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَيَسُرُّكِ أَنْ يُّسَوِّرَكِ اللّٰهُ بِهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ سِوَارَيْنِ مِنْ نَّارٍ؟ فَأَلْقَتْهُمَا، وَقَالَتْ: هُمَا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِه)) [1]

''کیا تجھے یہ پسند ہے کہ اللہ تعالیٰ تجھے قیامت کے دن ان کے بدلے آگ کے دو کنگن پہنائے؟ پھر اس عورت نے ان دونوں کنگنوں کو نکال کر پھینک دیا اور کہا: یہ دونوں اللہ اور اس کے رسول کے لیے ہیں۔''

حضرت ام سلمیٰ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ سونے کا پازیب پہنا کرتی تھیں، پھر انھوں نے دریافت کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ خزانہ ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٥٦٣) سنن النسائي، رقم الحديث (٢٤٧٩)

Marfat.com

«مَا بَلَغَ أَنْ تُؤَدّٰى زَكَاتُهُ فَزُكِّيَ فَلَيْسَ بِكَنْزٍ»[1]

''جب یہ نصاب کو پہنچ جائے اور اس کی زکات ادا کر دی جائے تو یہ کنز (خزانہ) نہیں ہے۔''

رہی یہ روایت: «لَيْسَ فِيْ الْحُلِيِّ زَكَاةٌ»[2] زیورات میں زکات نہیں ہے تو یہ روایت صحیح نہیں ہے۔

زکات کب واجب ہوتی ہے؟

اگر عورت کے پاس اتنا مال ہے کہ وہ نصاب کو پہنچ گیا ہے اور اس پر ایک سال گزر گیا ہے تو اس پر زکات واجب ہے، مثلاً: 85 گرام سونا یا 624 گرام چاندی یا اس کے برابر روپیا ہو اور اس پر سال بھر کی مدت گزر چکی ہو تو ایک سو روپے میں ڈھائی روپے کے حساب سے زکات نکالے گی۔ اگر مال نصاب کو نہیں پہنچا ہے تو زکات واجب نہیں ہے۔

کیا عورت شوہر کے مال میں سے صدقہ کر سکتی ہے؟

عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بعد اس کے مال میں سے صدقہ کر سکتی ہے، اگر شوہر نے اجازت نہیں دی ہے تو صدقہ کرنا جائز نہیں ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: میں نے خطبہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا:

«لَا تُنْفِقِ الْمَرْأَةُ شَيْئًا مِنْ بَيْتِ زَوْجِهَا إِلَّا بِإِذْنِ زَوْجِهَا، قِيْلَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ! وَلَا الطَّعَامُ؟ قَالَ: ذٰلِكَ أَفْضَلُ أَمْوَالِنَا»[1]

''عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے کچھ بھی خرچ

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٥٦٤)

[2] ضعيف الجامع (٤٩٠٦) إرواء الغليل (٣/٢٩٤)

[3] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢١٢٠) بسند حسن.

Marfat.com

نہیں کر سکتی، آپ سے عرض کیا گیا: کھانا بھی نہیں؟ تو نبی کریم ﷺ نے جواباً فرمایا: یہ تو ہمارا سب سے بہترین مال ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((إِذَا أَنْفَقَتِ الْمَرْأَةُ مِنْ طَعَامِ بَيْتِهَا غَيْرَ مُفْسِدَةٍ كَانَ لَهَا أَجْرُهَا بِمَا أَنْفَقَتْ وَلِزَوْجِهَا أَجْرُهُ بِمَا كَسَبَتْ، وَلِلْخَازِنِ مِثْلُ ذَلِكَ، لَا يَنْقُصُ بَعْضُهُمْ أَجْرَ بَعْضٍ شَيْئًا))[1]

''عورت جب اپنے گھر کے کھانے میں سے کچھ بھی خرچ کرتی ہے تو اس عورت کو خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اور اس کے شوہر کو کمانے کا ثواب ملتا ہے اور خازن کو بھی اسی طرح ثواب ملتا ہے۔ کسی کے اجر میں کچھ بھی کمی نہیں ہوتی ہے۔''

بیوی اپنے شوہر کو زکات دے سکتی ہے:

اگر بیوی مال دار ہے اور شوہر غریب ہے تو بیوی اپنے شوہر کو زکات دے سکتی ہے، کیوں کہ ایسی صورت میں شوہر مستحقینِ زکات کی ضمن میں آ جائے گا، اس سلسلے میں صحیح احادیث موجود ہیں، جو اس بات پر صریح دلالت کرتی ہیں کہ بیوی اپنے شوہر کو زکات دے سکتی ہے، مثلاً: عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی بیوی حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''عورتوں کی جماعت! تم صدقات و خیرات کرتی رہو، اگرچہ اپنے زیورات ہی کا کیوں نہ ہو۔'' وہ کہتی ہیں کہ میں واپس لوٹ کر عبداللہ کے پاس گئی اور کہا کہ تو مسکین آدمی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے صدقہ کرنے

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٥٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٢٤)

Marfat.com

کا حکم دیا ہے، پھر میں خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، وہاں دیکھا کہ ایک انصاری عورت آپ ﷺ کے دروازے پر کھڑی ہے، اس کا مقصد بھی وہی ہے جو میرا تھا، اتنے میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ آئے، ان سے ہم دونوں نے کہا کہ جا کر رسول اللہ ﷺ سے کہو کہ باہر دو عورتیں کھڑی آپ سے کچھ پوچھنا چاہتی ہیں کہ کیا وہ اپنا صدقہ اپنے شوہروں کو دے سکتی ہیں یا جن یتیم بچوں کو گود لیے ہوئے ہیں، ان کو صدقہ دے سکتی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَهَا أَجْرَانِ: أَجْرُ الْقَرَابَةِ، وَأَجْرُ الصَّدَقَةِ)) [1]

''ان دونوں کے لیے دو اجر ہیں، ایک تو قرابت داری کا اور دوسرا صدقے کا۔''

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت اپنے غریب شوہر کو صدقہ دے سکتی ہے۔ اس کے برعکس شوہر اپنی بیوی کو صدقہ نہیں دے سکتا، کیوں کہ بیوی کا نان ونفقہ اس کے ذمے فرض ہے، لہٰذا بیوی کا خرچ شوہر پورا کرے گا، اس لیے شوہر کا بیوی کو صدقہ دینا جائز نہیں ہے۔

عورت کے مہر کی زکات:

اگر عورت کے مہر کی رقم اتنی ہے کہ وہ نصاب کو پہنچ گئی ہے تو اس پر سال بھر کی مدت گزر جانے پر زکات واجب ہوگی۔

کیا عورت صدقہ فطر ادا کر سکتی ہے؟

صدقہ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے، خواہ مرد ہو یا عورت، بچہ ہو، جوان

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٩٧) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٠٠)

Marfat.com

ہو یا بوڑھا۔ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

«فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكَاةَ الْفِطْرِ مِنْ رَمَضَانَ صَاعاً مِنْ تَمْرٍ أَوْ صَاعاً مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ، وَالذَّكَرِ وَالْأُنْثَى، وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ»[1]

''رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر کو غلام اور آزاد، مرد اور عورت، چھوٹے اور بڑے سب مسلمانوں پر فرض قرار دیا ہے۔''

عورت کے زیورات میں زکات:

عورت کا زیور اگر سونے چاندی کا ہے اور نصاب کو پہنچ گیا ہے تو اس میں زکات واجب ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَا مِنْ صَاحِبِ ذَهَبٍ وَلَا فِضَّةٍ لَا يُؤَدِّيْ زَكَاتَهَا إِلَّا إِذَا كَانَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ صُفِّحَتْ لَهُ صَفَائِحُ مِنْ نَارٍ فَيُكْوَى بِهَا جَنْبُهُ وَجَبِيْنُهُ وَظَهْرُهُ»[2]

''سونے اور چاندی کا کوئی بھی مالک ہو، جو اس کی زکات ادا نہیں کرتا تو وہ بروز قیامت اس حال میں ہو گا کہ اس کے لیے آگ کی چوڑی پتریاں بچھائی جائیں گی، پھر اس سے اس کے پہلو، پیشانی اور پیٹھ کو داغا جائے گا۔''

یہ حدیث عام ہے، جو استعمال شدہ زیورات کو بھی شامل ہے اور غیر استعمال شدہ کو بھی۔ اس کے علاوہ دوسری احادیث ''زکات دینے والوں کا حکم'' میں گزر چکی ہے۔ جنھیں وہاں دیکھا جا سکتا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤٣٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٨٤)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٩٨٧)

Marfat.com

والدین کو زکات دینا:

شیخ ابن باز رحمہ اللہ کا فتویٰ ہے کہ مسلمان اپنے والدین یا اولاد کو زکات نہیں دے سکتا۔ اگر وہ صاحبِ استطاعت ہے تو اپنے ضرورت مند والدین اور بچوں پر اپنے ذاتی مال سے خرچ کرے۔

زکات کے مصارف:

زکات آٹھ قسم کے لوگوں کو دی جائے گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَ الْمَسٰكِیْنِ وَالْعٰمِلِیْنَ عَلَیْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَ فِی الرِّقَابِ وَ الْغٰرِمِیْنَ وَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِیْلِ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَكِیْمٌ﴾ [التوبة: ٦٠]

''بے شک صدقات فقرا، مساکین، اس پر کام کرنے والے، جن کی دلجوئی مقصود ہے، قیدی آزاد کرانے میں، مقروض لوگوں کے لیے، اللہ کے راستے میں اور مسافروں کے لیے اللہ کی طرف سے فریضہ ہے اور اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں ان آٹھ قسموں کو واضح انداز میں بیان کر دیا ہے جو زکات کے مستحق ہیں:

① فقرا۔
② مساکین۔
③ زکات وصول کرنے والا۔
④ جن کے دلوں کی تالیف مقصود ہو۔
⑤ غلام آزاد کرانے میں۔
⑥ مقروض۔
⑦ فی سبیل اللہ۔
⑧ مسافر۔

❀❀❀❀❀❀❀

Marfat.com

حج کے احکام

حج کا لغوی معنی:

حج کا لغوی معنی قصد کرنا، ارادہ کرنا ہے۔

حج کے شرعی معنی:

مخصوص مہینے میں خاص افعال وارکان کے ساتھ بیت اللہ کی زیارت کرنا۔

حج کب فرض ہوا؟

حج ۹ ہجری میں فرض ہوا، اس سال آپ ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر الحجاج بنا کر بھیجا تھا اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کو روانہ کیا تھا کہ وہ سورت براءت کا اعلان کردیں، چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو حج کرایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سورت براءت کی ابتدائی چالیس آیات پڑھ کر سنائیں کہ آیندہ سال سے کوئی مشرک مکہ نہیں آنے پائے گا اور نہ کوئی شخص ننگا ہوکر خانے کعبے کا طواف کرسکے گا۔[1]

حج کا مشروع ہونا قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾

[آل عمران: ۹۷]

''اور لوگوں پر اللہ کے لیے بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو اس کی طرف راستے کی طاقت رکھتا ہو۔''

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤١٠٥)

Marfat.com

رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر قائم ہے:[1]

① اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

② نماز قائم کرنا۔ ③ زکات دینا۔

④ خانے کعبے کا حج کرنا۔ ⑤ رمضان کے روزے رکھنا۔

حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«اَلْحَجُّ مَرَّةً فَمَنْ زَادَ فَهُوَ تَطَوُّعٌ»[2]

''حج ایک بار فرض ہے، جو اس سے زیادہ کرے گا، وہ نفل ہے۔''

حج وعمرہ واجب ہونے کی شرطیں:

مسلمان خواہ عورت ہو یا مرد ہو، ہر ایک پر حج وعمرہ فرض ہونے کی مندرجہ ذیل شرطیں ہیں:

1. مسلمان ہونا۔
2. عقل والا ہونا۔
3. پاگل یا مجنون نہ ہو۔
4. بالغ ہونا۔
5. استطاعت رکھنا۔

اگر چھوٹا بچہ یا بچی حج کرتی ہے تو اس کا حج صحیح ہوگا، لیکن اس سے فرض ساقط نہیں ہوگا۔

عورتوں کے لیے چند خاص شروط:

مذکورہ بالا شرطوں کے علاوہ کچھ شرطیں ایسی ہیں جو صرف عورت کے

---

① صحيح البخاري، رقم الحديث (٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٦)

② مسند أحمد (١/ ٢٩٠) سنن أبي داود، رقم الحديث (١٧٢١)

Marfat.com

ساتھ خاص ہیں، حج وعمرہ کرنے والی عورت کے لیے ان کی رعایت ضروری ہے، وہ شرطیں مندرجہ ذیل ہیں:

١ عورت عدت نہ گزار رہی ہو، چاہے وہ عدت طلاق کی ہو یا شوہر کی وفات کی، اس لیے کہ اس حالت میں عورت کا گھر سے نکلنا جائز نہیں ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْۢ بُيُوْتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ [الطلاق: ١]

''تم ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں کہ وہ کوئی کھلم کھلا فحش کام کر ڈالیں۔''

٢ عورت کے ساتھ میں کوئی محرم ہو۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ وَلَا تُسَافِرِ الْمَرْأَةُ إِلَّا وَمَعَهَا ذُو مَحْرَمٍ)) [1]

''کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں نہ ہو، مگر یہ کہ اس کے ساتھ محرم ہو اور نہ عورت بغیر محرم کے سفر کرے۔''

یہ سن کر ایک آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا: اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! میری عورت حج کرنے جا رہی ہے اور میں غزوے میں جانے کے لیے تیار ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِرْجِعْ فَحُجَّ مَعَ إِمْرَأَتِكَ)) [2]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٤٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٣٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٨٤٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٤١)

Marfat.com

''جاؤ! پہلے اپنی بیوی کے ساتھ حج کرو۔''

دوسری روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ تُسَافِرَ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ لَيْسَ مَعَهَا حُرْمَةٌ))[1]

''کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ اور روزِ آخرت پر ایمان رکھتی ہے، حلال نہیں ہے کہ وہ محرم کے بغیر ایک دن اور ایک رات کی مسافت کا سفر کرے۔''

اس کے علاوہ دوسری بہت سی روایتیں ہیں جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ عورت کو بغیر محرم کے سفر نہیں کرنا چاہیے۔

عورت کے لیے بغیر محرم حج کرنا:

کچھ لوگ سوال کرتے ہیں کہ عورت حج کرنا چاہتی ہے، لیکن اس کے پاس اس کا شوہر نہیں ہے، نہ کوئی دوسرا محرم ہے تو ایسی صورت میں وہ عورت کیا کرے؟ تو فقہا اس صورت میں یہ کہتے ہیں کہ اگر سفر کا راستہ مامون و محفوظ ہے کہ کسی قسم کے خطرے کا اندیشہ نہیں ہے اور قابلِ اطمینان لوگ ساتھ میں ہیں تو وہ حج کر سکتی ہے۔ شیخ ابنِ باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسی عورت کا حج درست ہو گا، لیکن محرم کے بغیر حج کرنے کی وجہ سے وہ گناہ گار ٹھہرے گی، اس بارے میں اللہ سے توبہ کرنی چاہیے۔ واللہ أعلم بالصواب

امام بخاری رحمہ اللہ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے:

''وہ کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس تھے کہ آپ ﷺ کے پاس

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠٣٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٣٩)

Marfat.com

ایک آدمی آیا اور اپنے فاقے کی شکایت کرنے لگا اس کے بعد دوسرا آدمی آیا اور وہ سفر کی شکایت کرنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اے عدی! کیا تم نے مقام ''حیرہ''[1] دیکھا ہے؟ عدی نے کہا: میں نے دیکھا نہیں، لیکن اس کے بارے میں علم ہے۔ آپ نے فرمایا: اگر تمھاری عمر لمبی رہی تو تم دیکھو گے کہ ایک عورت تنہا مقامِ حیرہ سے خانے کعبے کا طواف کرنے آئے گی، وہ اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرے گی۔ عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: بعد میں عورت کو میں نے دیکھا کہ وہ تنہا حیرہ سے آ کر خانے کعبے کا طواف کرتی ہے اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتی۔''[2]

کیا حج کے لیے شوہر کی اجازت ضروری ہے؟

اگر عورت کے پاس استطاعت ہے اور وہ حج کرنا چاہتی ہے تو اپنے شوہر سے اجازت لے گی اور ایسی صورت میں شوہر کو بھی اجازت دینا ضروری ہے، کیوں کہ فرض عبادت کے ادا کرنے کے لیے مرد کے لیے عورت کو روکنے کا کوئی حق نہیں ہے اور اگر دورانِ سفر میں عورت کو پریشانی لاحق ہونے کا اندیشہ ہے تو ایسی صورت میں شوہر منع کرسکتا ہے، البتہ اگر عورت نفلی حج کرنا چاہتی ہے اور شوہر راضی نہیں ہے تو ایسی صورت میں شوہر کی اطاعت کرنا اس کا فرض ہے۔ واللہ أعلم بالصواب

احرام سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے:

احرام سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے۔ حائضہ اور نفاس والی عورت بھی غسل کرسکتی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے کہ اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا نے مقامِ ذوالحلیفہ میں محمد بن ابوبکر کو جنم دیا۔ اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کے

[1] حیرہ عراق میں کوفہ کے قریب ایک شہر ہے۔

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٤٠٠)

Marfat.com

پاس بھیج کر پوچھا کہ اب کیا کروں؟ تو آپ نے ان سے فرمایا: ''تم غسل کر کے خون کی جگہ پٹی باندھ لو اور احرام پہن لو۔''[1]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''نفاس اور حیض والی عورتیں غسل کر کے احرام پہن لیں گی اور بیت اللہ کے طواف کے سوا باقی تمام ارکان ادا کریں گی اور جب وہ پاک و صاف ہو جائیں تو بیت اللہ کا طواف بھی کریں۔''[2]

احرام سے پہلے خوشبو استعمال کرنا، ناخن کاٹنا، بال سنوارنا اور بغل کے بال صاف کرنا جائز ہے۔

عورت کا احرام کیسا ہو؟

عورت جس لباس میں چاہے احرام باندھ سکتی ہے، اس کے لیے احرام کے دوران کسی خاص لباس کی پابندی نہیں ہے، البتہ افضل یہ ہے کہ خوبصورت اور جاذبِ نظر لباس نہ باندھے، چوں کہ حج کے دوران میں مردوں کے ساتھ عورتوں کا اختلاط رہتا ہے، لٰہذا اسے ایسے کپڑوں میں ہونا چاہیے جو فتنے کا سبب نہ بن سکیں۔ (فتویٰ شیخ ابن باز رحمہ اللہ)

ہاں وہ ہاتھ میں دستانہ پہنے گی نہ اپنے چہرے کو ڈھانپے گی، جیسا کہ صحیح بخاری میں روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

« لَا تَنْتَقِبِ الْمَرْأَةُ الْمُحْرِمَةُ، وَلَا تَلْبَسِ الْقُفَّازَيْنِ »[3]

''محرم عورت نقاب پہنے گی نہ دستانہ۔''

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۰۹)

[2] سنن أبي داود، رقم الحدیث (۱۷۸۵)

[3] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۱۷٤۱)

Marfat.com

البتہ اگر غیر محرم سامنے آ جائے تو چہرے پر کوئی کپڑا لٹکا لینا یا کسی اور چیز سے منہ چھپانا ضروری ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور لوگوں کے قافلے ہمارے پاس سے گزرتے تھے، جب وہ لوگ ہمارے سامنے آ جاتے تو ہم اپنی چادریں چہروں پر لٹکا لیتیں اور جب وہ گزر جاتے تو ہم چہرہ کھول لیتیں۔''[1]

احرام باندھنے کے بعد خوشبو لگانا، خوشبو دار تیل سر میں لگانا، ناخن کاٹنا اور بال صاف کرنا، یہ سب منع ہے۔

ممنوعاتِ احرام:

1. جماع کرنا۔
2. عام گناہ کا کام کرنا یا فحش باتیں کرنا، نافرمانی کرنا۔
3. لڑائی جھگڑا کرنا۔
4. خشکی کا شکار کرنا۔
5. سر منڈانا، بال کتروانا، ناخن کاٹنا۔
6. نکاح کرنا۔
7. نکاح کرانا۔
8. نکاح کا پیغام بھیجنا۔
9. خوشبو لگانا۔
10. ورس (کمیلہ) یا زعفران سے رنگا ہوا کپڑا پہننا۔
11. شکاری کی کسی طرح مدد کرنا یا شکار بتانا۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (۱۸۳۳) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (۲۹۳۵)

Marfat.com

١٢ جو شکار محرم نے کیا ہو یا اس میں کسی قسم کی مدد دی ہو یا اس کے لیے کیا گیا ہو، اس کا کھانا۔

١٣ جو پرندے شکار کیے جاتے ہیں، ان کے انڈے کھانا۔

١٤ عورت کا چہرے پر نقاب ڈالنا۔

١٥ دستانے پہننا۔

فدیہ:

نبی کریم ﷺ نے محرم عورت کو جن باتوں سے منع کیا ہے، اگر ان میں سے کوئی کر ڈالے، مثلاً: خوشبو کا استعمال کر لیا یا بال کاٹ لیا یا ناخن کاٹ لیا وغیرہ تو ایسی صورت میں اس پر فدیہ واجب ہو جائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖٓ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ﴾ [البقرة: ١٩٦]

''پس تم میں سے جو مریض ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو، (اگر وہ سر منڈا لے) تو اس کے بدلے روزے رکھے یا صدقہ کرے یا قربانی کرے۔''

حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حدیبیہ کے سال میں احرام میں تھا، رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور فرمایا: ''تمھارے سر کی جوؤں نے تم کو بہت اذیت دے رکھی ہے۔'' اس پر میں نے کہا: ہاں تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''بال منڈا دو، پھر ایک بکری ذبح کرو یا تین دن روزہ رکھو یا چھے مسکینوں کو تین صاع کھانا کھلاؤ۔''[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٧١٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢٠١)

Marfat.com

حالتِ احرام میں جو چیزیں مباح ہیں:

1. غسل کرنا۔
2. سر کھجلانا۔
3. بوقت ضرورت سینگی لگوانا، خواہ اس کے لیے پیچھے کے بال مونڈنے کیوں نہ پڑیں۔
4. پھول سونگھنا اور ٹوٹے ناخن الگ کر دینا۔
5. چھتری یا خیمے سے سایہ کرنا۔
6. کمر بند استعمال کرنا۔
7. موذی جانور کو مارنا۔

حج کی اقسام:

حج کی تین قسمیں ہیں: افراد، قران اور تمتع۔

1. افراد۔ صرف حج کی نیت سے احرام باندھا جائے اور پورے مناسکِ حج ادا کر کے دسویں ذی الحجہ کو منیٰ میں احرام کھول دیا جائے، اس میں عمرہ نہیں ہے اور نہ قربانی ہے، البتہ دل میں حج کی نیت کرے گی اور احرام باندھتے وقت اس طرح کہے گی: "لَبَّيْكَ حَجَّةً"
2. قران۔ وہ حج ہے، جس میں حج اور عمرے کا ایک ہی ساتھ احرام باندھا جائے اور احرام کے وقت "لَبَّيْكَ حَجَّةً وَعُمْرَةً" پکارا جائے، اس میں عمرہ کرنے کے بعد احرام نہیں کھولا جائے گا، جب تک دسویں ذی الحجہ کو قربانی اور طواف و زیارت سے فارغ نہ ہو لیا جائے۔
3. تمتع۔ وہ حج ہے جس میں میقات سے صرف عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے

Marfat.com

اور مکہ آنے کے بعد طوافِ بیت اللہ اور صفا و مروہ کے درمیان سعی سے فراغت کے بعد حلق یا تقصیر کروا کر احرام کھول دیا جاتا ہے۔ اب عمرہ پورا ہو گیا اور احرام کی ساری پابندیاں ختم ہو گئیں۔ اب آٹھویں ذی الحجہ تک تمام مباح چیزوں سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو حج کے لیے احرام باندھا جائے گا اور حج کے تمام ارکان ادا کرنے کے بعد احرام کھولا جائے گا۔

حجِ تمتع افضل ہے:

ان تینوں قسموں میں حجِ تمتع افضل ہے، کیوں کہ اگرچہ رسول اللہ ﷺ نے حجِ قران کیا تھا، لیکن آپ نے تمتع کی خواہش ظاہر کی تھی، جیسا کہ صحیحین میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ! أَحِلُّوا، فَلَوْلَا الْهَدْيُ مَعِي فَعَلْتُ كَمَا فَعَلْتُمْ» [1]

''اے لوگو! تم حلال ہو جاؤ، اگر میرے ساتھ قربانی کا جانور نہ ہوتا تو میں بھی تمھاری ہی طرح کرتا۔''

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حلال ہو گئے اور عورتوں سے جماع بھی کیا، پھر آٹھویں ذی الحجہ کو ہم نے حج کا احرام پہنا۔

نیز آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا:

«لَوْ أَنِّي اِسْتَقْبَلْتُ مِنْ أَمْرِيْ مَا اسْتَدْبَرْتُ، لَمْ أَسُقِ الْهَدْيَ، وَجَعَلْتُهَا عُمْرَةً» [2]

''اگر مجھے پہلے علم ہوتا تو میں اپنے ساتھ قربانی کا جانور نہ لاتا اور اس کو عمرہ بنا لیتا۔''

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢١٦)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢١٨)

Marfat.com

نیز آپ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو بھی تمتع کا حکم دیا تھا اور ظاہری سی بات ہے کہ آپ خواہ اپنے لیے ہو یا صحابہ کرام کے لیے، افضل چیز ہی کا انتخاب کریں گے۔

حجِ تمتع کا طریقہ:

چونکہ حجِ تمتع میں سب سے پہلے عمرہ کرنا ضروری ہے، اس لیے عمرے کے طریقے کو بیان کیا جاتا ہے، لیکن احرام کی نیت میقات سے ضروری ہے، لہٰذا پہلے میقات کو بیان کرنا ضروری ہے۔

میقات کا بیان:

میقات سے مراد میقات مکانی ہے، یعنی وہ جگہ جہاں سے حج اور عمرے کا احرام باندھا جاتا ہے، حج اور عمرے کی نیت سے آنے والے لوگ میقاتِ مقرر سے احرام باندھے بغیر حرم میں داخل نہیں ہوں گے۔ نبی کریم ﷺ نے تمام حاجیوں کے لیے مندرجہ ذیل میقات مقرر فرمائے ہیں:

① ذو الحلیفہ: یہ مدینہ منورہ سے پانچ میل دور اور مکہ مکرمہ سے چار سو پچاس (450) میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اب یہ جگہ ''ابیارِ علی'' کے نام سے مشہور ہے، اسے وادیِ عقیق بھی کہتے ہیں۔ یہ مدینے یا اس راستے سے آنے والے تمام حجاج کرام کا میقات ہے۔

② جحفہ: یہ مکہ مکرمہ سے شمال مغرب میں ایک سو ستاسی کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ شام و مصر اور اس طرف سے آنے والے حجاج کرام کا میقات ہے، چوں کہ اب جحفہ ایک ویران جگہ بن گئی ہے، اس لیے عموماً لوگ رابغ سے احرام باندھ لیتے ہیں۔ رابغ مکہ سے دو سو چار کلومیٹر (204) پر واقع ہے۔

③ قرن المنازل: یہ مکہ مکرمہ سے مشرقی جانب ایک پہاڑی حصہ ہے، جو

Marfat.com

عرفات سے نظر آتا ہے اور مکہ سے چورانوے (94) کلو میٹر پر واقع ہے۔ آج یہ ''سیل'' کے نام سے مشہور ہے۔ یہ اہلِ نجد کا میقات ہے۔

④ یلملم: یہ ایک گول پہاڑ ہے جو سطح سمندر سے دو ہزار فٹ بلند ہے اور مکہ مکرمہ سے چون (54) کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ اہلِ یمن اور جنوب سے آنے والے حجاج کا میقات ہے۔ یہ طائف میں ہے۔

⑤ ذاتِ عرق: یہ مکہ سے شمال مشرق میں چورانوے (94) کلو میٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ ایران، عراق اور شمال مشرق سے جو حجاج بغداد اور حائل کے راستے سے مکہ آتے ہیں ان سب کا احرام یہی ہے۔ حج یا عمرہ کرنے والوں کے لیے ان میقات سے تجاوز کرنا بغیر احرام کے جائز نہیں ہے۔

عمرے کا طریقہ:

مخصوص شکل میں خانہ کعبہ کی زیارت کا نام ''عمرہ'' ہے، اس میں حج ہی کی طرح احرام باندھا جاتا ہے۔ احرام کی تمام پابندیاں عمرہ کرنے والی عورت پر بھی عائد ہوں گی، جس طرح حج کرنے والی عورت پر عائد ہوتی ہیں۔ عمرہ کرنے والی میقات سے عمرے کا احرام باندھ کر مکہ آئے گی اور پہلے بیت اللہ کا طواف کرے گی۔ طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقامِ ابراہیم پر دو رکعت نماز ادا کرے گی، پھر صفا و مروہ کی سعی کرے گی، اس کے بعد چوٹی سے تھوڑے سے بال کٹوا کر حلال ہو جائے گی، بس اسی کا نام عمرہ ہے۔

احرام کی نماز:

بہت سی عورتیں، بلکہ مرد بھی اس میں شامل ہیں کہ احرام پہننے کے بعد دو رکعت نماز پڑھنا ضروری سمجھتی ہیں، حالاں کہ یہ صحیح نہیں، بلکہ بہتر یہ ہے کہ فرض

Marfat.com

نماز کے بعد احرام باندھا جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر ظہر کی نماز کے بعد احرام باندھا تھا، مگر یہ بھی ضروری نہیں ہے، خاص احرام کے لیے دو رکعت نفل نماز پڑھنی صراحتاً ثابت نہیں ہے۔

عمرے کی نیت:

احرام پہننے کے بعد عورت دل میں عمرے کی نیت کرے گی، وہ اس طرح کہے گی: "لَبَّيْكَ عُمْرَةً" "اے اللہ! میں عمرے کے لیے حاضر ہوں۔" اب وہ محرم ہو گئی، اب اس کے اوپر ممنوعاتِ احرام ضروری ہو گئی ہے، جن کا ذکر پہلے گزر چکا ہے۔

صرف حج و عمرے کے لیے نیت کے الفاظ مشروع ہیں، ورنہ اس کے علاوہ دیگر عبادات، جیسے نماز، روزہ وغیرہ میں زبان سے نیت کرنا ثابت نہیں ہے۔

بکثرت تلبیہ پڑھنا:

محرم عورت کے لیے مستحب ہے کہ وہ بکثرت تلبیہ پڑھے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے پاس حضرت جبریل علیہ السلام تشریف لائے اور فرمایا:

"كُنْ عَجَّاجاً ثَجَّاجاً"[1] "خوب زیادہ تلبیہ پڑھو اور قربانی کرو۔"

"اَلْعَجُّ" تلبیہ پڑھنے کو کہتے ہیں اور "اَلثَّجُّ" قربانی کرنے کو۔ البتہ عورت کو آہستہ تلبیہ پڑھنا چاہیے، تاکہ خود سن سکے اور دوسرے لوگ نہ سن سکیں۔

تلبیہ کے الفاظ:

"لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ، لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ، إِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ"[2]

---

[1] مسند أحمد (٥٦/٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٤٧٥) صحيح مسلم، رقم الحديث (١١٨٤)

Marfat.com

''حاضر ہوں، اے اللہ حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، بے شک تمام تعریفیں اور ساری نعمتیں تیرے لیے ہیں اور ملک تیرا ہے اور (اس میں) تیرا کوئی شریک نہیں۔''

جب مکے میں داخل ہو تو غسل کرنا مستحب ہے، کیوں کہ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غسل کیا تھا اور جب مسجدِ حرام پہنچے تو بہتر اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اپنا داہنا پاؤں آگے بڑھائے اور یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰھُمَّ افْتَحْ لِيْ أَبْوَابَ رَحْمَتِكَ))[1]

''اے اللہ! میرے لیے اپنی رحمت کے دروازے کھول دے۔''

جب خانے کعبے کے پاس پہنچے تو تلبیہ کہنا بند کر دے اور حجرِ اسود کے پاس آئے، اگر حجرِ اسود کو بوسہ دینا ممکن ہو تو بوسہ دے، ورنہ ''بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ أَکْبَرُ'' کہہ کر ہاتھ سے اشارہ کرے اور طواف شروع کر دے۔ عورتوں کے لیے رمل یعنی آہستہ آہستہ دوڑنا اور اضطباع ثابت نہیں ہے، پھر سات طواف کرے، طواف کے لیے کوئی مخصوص دعا رسول اللہ ﷺ سے ثابت نہیں ہے، اس لیے اپنی دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے جو بھی دعا کرنی چاہے کر سکتی ہے۔ قرآن کی تلاوت بھی جائز ہے، البتہ رکنِ یمانی اور حجرِ اسود کے درمیان ﴿رَبَّنَآ اٰتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِي الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ﴾[2] پڑھے گی۔

طواف سے فارغ ہونے کے بعد مقامِ ابراہیم کے پاس آئے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھے، پہلی رکعت میں سورت فاتحہ کے بعد ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ اور دوسری رکعت میں ﴿قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ﴾ کا پڑھنا مسنون ہے۔ دو رکعت

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٧١٣) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣١٤)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (١٨٩٢)

Marfat.com

پڑھنے کے بعد دنیا و آخرت کی بھلائی کے لیے اللہ تعالیٰ سے خوب گریہ و زاری کے ساتھ دعا کرے، اس کے بعد باب الصفا سے صفا پہاڑی کی طرف چلی آئے، جب اس کے قریب پہنچے تو پڑھے:

«أَبْدَأُ بِمَا بَدَأَ اللّٰهُ بِهِ، إِنَّ الصَّفَا وَ الْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ» [1]

''میں اس سے شروع کرتی ہوں، جس سے اللہ نے شروع کیا ہے، بے شک صفا و مروہ اللہ کے شعائر میں سے ہیں۔''

جب صفا پہاڑ پر چڑھے تو قبلے کی طرف منہ کر کے اور ہاتھ اٹھا کر اشارہ کر کے تین دفعہ "اللّٰه أکبر" کہے، پھر یہ دعا پڑھے:

«لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ، لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْئٍ قَدِيْرٌ، لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ أَنْجَزَ وَعْدَهُ وَنَصَرَ عَبْدَهُ وَهَزَمَ الْأَحْزَابَ وَحْدَهُ» [2]

''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، ملک اسی کا ہے اور اسی ذات واحد کے لیے تمام تعریفیں ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ اکیلا ہے، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنہا تمام جماعتوں کو شکست دی۔''

اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر جس قدر دعا کر سکتی ہے، دعا کرے۔ یہ ذکر اور دعائیں تین مرتبہ پڑھے، پھر نیچے اتر کر مروہ کی طرف چلے، البتہ خواتین کے لیے دونوں ہرے نشانوں کے درمیان دوڑنا صحیح نہیں ہے، اس کے لیے پوری سعی میں صرف چلنا ہی ہے، دوڑنا صرف مردوں کے لیے ہے، پھر چلتے چلتے مروہ پہاڑی پر

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱۸)

[2] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۲۱۸)

Marfat.com

چڑھے اور قبلہ رو ہو کر اسی طرح وہی دعا پڑھے جو صفا پر پڑھی تھی، پھر نیچے اتر کر صفا پہاڑی کی طرف چلنا شروع کرے، ایسے ہی سات چکر پورے کرے (صفا سے مروہ تک ایک چکر ہوتا ہے، مروہ سے صفا تک دو چکر) اسی طرح سات چکر شمار کرے۔

ملاحظہ: طواف کے بعد اگر عورت کو حیض آنے لگے یا نفاس کا خون آنے لگے اور وہ سعی کرنا چاہے تو کر سکتی ہے، کیوں کہ سعی میں طہارت شرط نہیں ہے۔

جب سعی پوری ہو جائے تو سر کی چوٹی سے انگلی کے برابر بال کاٹ لے، بال کاٹنے کے بعد وہ حلال ہو گئی ہے اور عمرہ پورا ہو گیا ہے۔ اب اس کے لیے ہر وہ چیز حلال ہو گئی ہے جو احرام کی وجہ سے حرام ہو گئی تھی۔

حج کا طریقہ:

حجِ تمتع کرنے والی عورت عمرہ کر کے حلال ہو گئی، لہٰذا اب وہ یوم الترویہ، یعنی آٹھ ذی الحجہ کو صبح سویرے اپنی قیام گاہ پر ہی غسل کر کے حج کا احرام باندھے گی اور دل میں حج کی نیت کر کے "لَبَّیْکَ حَجَّةً" پکارے گی، پھر آہستہ آہستہ تلبیہ پکارتے ہوئے سیدھی منیٰ چلی جائے گی اور وہیں رات بھر قیام کرے گی۔ یہاں پانچوں نمازیں اپنے اپنے وقت پر خیمے میں یا مسجد میں پڑھے گی، البتہ ظہر اور عصر اور عشا کی نمازیں قصر کے ساتھ پڑھے گی، یعنی دو دو رکعت، سنت وغیرہ نہیں ہے، صرف مغرب اور فجر پوری پڑھے گی، مغرب کی سنت نہیں پڑھنی، لیکن فجر کی سنت پڑھنی ہے۔

نویں ذی الحجہ یعنی عرفہ کے دن سورج نکل آنے کے بعد منیٰ سے عرفات کی طرف کوچ کرے، راستے میں تلبیہ پکارتی رہے۔ عرفہ پہنچنے کے بعد مقامِ نمرہ میں ٹھہرے اور وہیں حج کے امام سے خطبہ سنے اور اسی امام کی اقتدا میں ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ ظہر اور عصر کی نماز جمع (اکٹھا) کر کے قصر کے ساتھ پڑھے گی۔

Marfat.com

ملاحظہ: بہت سی عورتیں اور مرد بھی ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے نہیں پڑھتے، بلکہ ظہر کو ظہر کے وقت اور عصر کو عصر کے وقت بغیر قصر کے پوری پڑھتے ہیں۔ یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ رسول اللہ ﷺ کے عمل کے خلاف ہے، لہٰذا اس غلط عمل سے پرہیز کرنا چاہیے، اس سے حج پر غلط اثر پڑتا ہے۔

نماز کے بعد میدانِ عرفات میں داخل ہو اور جبلِ رحمت کے دامن میں اگر جگہ ملے تو بہتر ہے، ورنہ پورے عرفات میں جہاں بھی جگہ ملے قبلہ رخ ہو کر غروبِ آفتاب تک دعا، ذکر اور استغفار میں مصروف رہے، درمیان میں تلبیہ بھی کہتی رہے۔ قرآن کی تلاوت کرے اور جتنی آہ وزاری سے دعا کرے، بہتر ہے۔

غروبِ آفتاب کے بعد بغیر مغرب کی نماز ادا کیے ہوئے عرفات سے مزدلفہ کی طرف کوچ کرے، مزدلفہ پہنچ کر سب سے پہلے مغرب اور عشا کی نماز ایک اذان اور دو اقامت کے ساتھ جمع کر کے قصر کے ساتھ پڑھے، یعنی مغرب کی تین رکعت اور عشا کی صرف دو رکعت، سنت وغیرہ نہیں ہے، صرف وتر پڑھے۔ مزدلفہ میں پوری رات صرف سونا ہے، نوافل وغیرہ کچھ نہیں پڑھنا ہے۔

فجر کی نماز مزدلفہ میں جماعت کے ساتھ پڑھے، نماز کے بعد مشعر الحرام کے پاس یا جہاں موقع ملے، قبلہ رو کھڑی ہو کر اُجالا ہونے تک خوب دعا و استغفار اور حمد وثنا میں مصروف رہے۔ سورج نکلنے سے پہلے مزدلفہ سے منیٰ کے لیے چل پڑے۔ ویسے عورتیں رات میں بھی اگر منیٰ جانا چاہیں تو جا سکتی ہیں، ان کے ساتھ نگراں بھی جا سکتا ہے، البتہ وادیِ محسر (منیٰ اور مزدلفہ کے درمیان) سے جب گزر ہو تو تیزی کے ساتھ وہاں سے نکلے۔

دسویں ذی الحجہ:

دسویں ذی الحجہ کو جب سورج خوب روشن ہو جائے تو منیٰ کی طرف جانا

Marfat.com

شروع کر دے اور چلتے ہوئے تلبیہ آہستہ آہستہ پکارتی رہے۔ منیٰ پہنچ کر جب جمرۂ عقبہ کے پاس پہنچے تو اب تکبیر کہنا بند کر دے اور جمرہ کو پے در پے سات کنکریاں مارے، ہر کنکری کے وقت اللہ اکبر کہے، اس بات کا خیال رہے کہ کنکری مارتے وقت کعبہ کو اپنے بائیں جانب اور منیٰ کو داہنی جانب کرے، کیوں کہ نبی اکرم ﷺ نے ایسا ہی کیا تھا۔ اگر دوسری جانب سے کنکری ماردی تو بھی کافی ہے۔ کنکری چنے کے برابر ہونی چاہیے۔

قربانی:

جمرۂ عقبہ کو کنکری مارنے کے بعد قربانی کا جانور ذبح کرے، ذبح کرتے وقت یہ دعا پڑھے: ((بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ أَكبر اَللّٰهُمَّ هَذَا مِنكَ وَلَكَ)) [1]

"اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! یہ تیری توفیق سے ہے اور تیرے ہی لیے ہے۔"

قربانی کے ایام:

قربانی دسویں ذی الحجہ اور ایامِ تشریق کے تینوں دن، یعنی گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کی شام تک ہے، اس طرح قربانی کے ایام چار دن ہوئے۔

قربانی سے فارغ ہو کر اپنی انگلی کے پورے کے برابر چوٹی سے بال کاٹے، اس کے بعد اب وہ حلال ہوگئی ہے اور وہ شوہر کے علاوہ ہر چیز کو استعمال کر سکتی ہے، اس کو "تحلل اول" کہا جاتا ہے۔

طوافِ اِفاضہ:

سر کے بال کاٹنے کے بعد مکے جا کر طوافِ افاضہ کرے، اس کا دوسرا

---

[1] سنن الدارمي (٢/١٠٣)

Marfat.com

نام طوافِ زیارت بھی ہے، یہ حج کا رکن ہے اس کے بغیر حج مکمل نہیں ہوگا۔
طوافِ افاضہ دسویں ذی الحجہ ہی کو مسنون ہے، لیکن کسی معقول عذر کی بنا پر دسویں کو ممکن نہ ہو سکے تو ایامِ تشریق میں سے کسی دن بھی کیا جا سکتا ہے، بعضوں کے نزدیک اس سے بھی زیادہ تاخیر سے کیا جا سکتا ہے۔

اگر حجِ تمتع ہے تو طوافِ افاضہ کے بعد صفا و مروہ کی سعی کرے اور اگر حجِ قران ہے یا افراد تو اس صورت میں ایک سعی کافی ہے، طوافِ زیارت کے بعد وہ مکمل طرح حلال ہوگئی ہے اور اب شوہر بھی اس کے لیے حلال ہو گیا ہے۔

ایامِ تشریق کے اعمال:

گیارہ، بارہ اور تیرہ ذی الحجہ کو ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ ایامِ تشریق اس لیے کہتے ہیں کہ ان دنوں میں قربانی کے گوشت کو دھوپ میں سکھایا جاتا ہے، تاکہ خراب نہ ہو سکے، ان دنوں کے اعمال مندرجہ ذیل ہیں:

① منیٰ میں رات کا قیام۔

② تیرہ ذی الحجہ کی شام تک، یعنی سورج غروب ہونے تک منیٰ میں رات گزارنا اور ان دنوں میں کثرت سے تکبیر و تسبیح اور ذکرِ الٰہی کرتے رہنا چاہیے۔

ایامِ تشریق کے پہلے دن، یعنی گیارہ ذی الحجہ کو زوال کے بعد جمرۂ صغریٰ کو سات کنکریاں سات بار مارے اور کچھ ہٹ کر قبلہ رو ہو کر دیر تک دعا مانگے۔ پھر جمرۂ وسطیٰ کو سات کنکریاں الگ الگ مارے اور ٹھہر کر دعا مانگے۔ پھر جمرۂ عقبہ کو سات کنکریاں الگ الگ مارے مگر یہاں دعا نہ مانگے۔

ایامِ تشریق کے دوسرے دن، یعنی بارہ ذی الحجہ کو بھی سورج ڈھل جانے کے بعد مذکورہ بالا ترتیب کے ساتھ تمام جمرات کو سات سات کنکریاں مارے۔

Marfat.com

اگر منیٰ سے بارہ ذی الحجہ کو نکلنا چاہے تو کنکری مارنے کے بعد غروبِ آفتاب سے پہلے ہی منیٰ سے نکل جائے، کیوں کہ سورج غروب ہونے کے بعد نکلنا صحیح نہیں ہے اور اگر ٹھہرنا چاہے تو ٹھہر جائے، پھر تیرہ ذی الحجہ کو بھی زوال کے بعد تینوں جمرات کو سات کنکریاں مارے۔

اب الحمدللہ حج کے تمام اعمال مکمل ہو گئے۔ صرف طوافِ وداع باقی رہ گیا ہے اب مکہ مکرمہ واپس آ جائے۔

طوافِ وداع:

جب تک مکے میں ٹھہرے، مکے میں نماز پڑھنے کی کوشش کرے اور جب مکے سے سفر کا ارادہ ہو اور حیض و نفاس سے پاک و صاف ہو تو بیت اللہ کا آخری طواف کرے، اس کا نام طوافِ وداع ہے، اس کے بعد روانہ ہو جائے۔ اگر عورت مکے کی باشندہ ہے یا وہاں مقیم ہے تو اس پر طوافِ وداع نہیں ہے۔

حیض اور نفاس والی عورت کا حج:

جب احرام کے وقت عورت کو حیض آ گیا تو ایسی صورت میں وہ احرام کے لیے غسل کرے گی اور احرام پہن لے گی، پھر حج کے سارے ارکان ادا کرے گی، صرف خانے کعبے کا طواف نہیں کرے گی۔

اگر احرام پہننے کے بعد حیض کا خون آیا ہے تو اس پر اب کوئی غسل وغیرہ نہیں، بلکہ وہ پٹی باندھ لے گی، تاکہ خون نہ بہہ سکے، اس کے بعد طواف کے علاوہ دوسرے ارکان ادا کرے گی۔ جب پاک ہو جائے تو غسل کے بعد طواف بھی کرے گی۔

اگر اسے حیض آیا کہ اعمالِ حج میں سے صرف طوافِ وداع ہی باقی رہ گیا تھا تو وہ واپسی کا سفر کر سکتی ہے اور طوافِ وداع نہ کر سکنے کی وجہ سے اس پر کوئی

Marfat.com

کفارہ وغیرہ نہیں ہے اور اس کا حج صحیح ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

((النُّفَسَاءُ وَالحَائِضُ إِذَا أَتَيَا عَلَى الْمِيقَاتِ تَغْتَسِلَانِ وَتُحْرِمَانِ تَقْضِيَانِ الْمَنَاسِكَ كُلَّهَا غَيْرَ الطَّوَافِ بِالْبَيْتِ))[1]

''نفاس اور حائضہ عورتیں جب میقات پر آئیں تو غسل کر کے احرام باندھ لیں اور طوافِ کعبہ کے علاوہ دیگر تمام مناسکِ حج ادا کریں۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ وہ عمرہ ادا کرنے سے پہلے حائضہ ہو گئیں تو رسول اللہ ﷺ نے انھیں حکم دیا کہ وہ حج کا احرام باندھ لیں اور جب تک پاک نہ ہو جائیں طوافِ کعبہ نہ کریں، باقی تمام مناسکِ حج بجا لائیں، جو دیگر حاجی کرتے ہیں، نیز یہ کہ وہ حج کو عمرے میں داخل کر لیں، یعنی قارن ہو جائیں۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا حائضہ ہو گئیں تو انھوں نے رسول اللہ ﷺ سے ذکر کیا تو اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: کیا وہ ہمیں روک رکھے گی تو دوسری بیویوں نے کہا کہ اس نے طوافِ افاضہ کر لیا ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا تب کوئی حرج نہیں ہے، ایک روایت میں ہے: تو پھر وہ روانہ ہو جائے۔[2]

❀❀❀❀❀❀❀

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٧٤٤)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٢١١)

Marfat.com

نکاح کے احکام

نکاح کی تعریف:

نکاح ایک ایسا عقد اور معاہدہ ہے جس کی وجہ سے مرد اور عورت دونوں ایک دوسرے کے لیے حلال ہو جاتے ہیں۔

نکاح کا حکم:

نکاح مشروع ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَانۡكِحُوۡا مَا طَابَ لَكُمۡ مِّنَ النِّسَآءِ مَثۡنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا تَعۡدِلُوۡا فَوَاحِدَةً اَوۡ مَا مَلَكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ﴾

[النساء: ٣]

''پس جو عورتیں تمھیں پسند آئیں، تم ان سے نکاح کرو، دو دو، تین تین، چار چار اور اگر اندیشہ ہے کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے تو ایک ہی (کافی ہے) یا جو تمھاری ملکیت میں ہیں۔''

نیز فرمایا:

﴿وَاَنۡكِحُوا الۡاَيَامٰى مِنۡكُمۡ وَالصّٰلِحِيۡنَ مِنۡ عِبَادِكُمۡ وَاِمَآئِكُمۡ﴾

[النور: ٣٢]

''اور تم میں سے جو بیوہ ہوں ان کا اور اپنے نیک غلاموں اور لونڈیوں کا نکاح کر دیا کرو۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

Marfat.com

«يَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ، فَإِنَّهُ أَغَضُّ لِلْبَصَرِ، وَأَحْصَنُ لِلْفَرْجِ، وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَإِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ»[1]

''نوجوانو! جوتم میں نکاح کی طاقت رکھتا ہے، وہ نکاح کر لے، کیوں کہ یہ نظر کو زیادہ نیچی رکھنے اور شرم گاہ کی حفاظت کا بہترین ذریعہ ہے، لیکن جس کو اس کی طاقت نہ ہو تو وہ روزہ رکھے، اس لیے کہ یہ روزہ اس کے لیے بہترین ڈھال ہے۔''

یعنی جذبات کو کنٹرول کرنے کا بہترین ذریعہ ہے۔

نکاح کی حکمت:

اللہ تعالیٰ نے کوئی ایسا قانون نہیں نازل کیا جس کے اندر بندوں کا مفاد پوشیدہ نہ ہو یا اس کی کوئی حکمت اور مصلحت نہ ہو۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم ان مصلحتوں کو نہ سمجھ سکیں، نکاح کی بھی بڑی عظیم مصلحت اور حکمت ہے۔ ہم صرف چند حکمتوں کے بیان کرنے پر اکتفا کرتے ہیں:

① نکاح کے نتیجے میں عضوِ تناسل کے ذریعے نسلِ انسانی کی جائز بقا ہوتی ہے۔

② اپنی عزت و شرافت کی حفاظت اور فطری خواہش پوری کرنے کے لیے مرد اور عورت کا جائز طریقہ کار ہے۔

③ نسلِ انسانی کی تربیت اور زندگی کی بقا کے لیے دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کا سبب۔

④ مودت اور محبت کے دائرے میں مرد اور عورت کے باہمی تعلق کا

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٧٧٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٤٠٠)

Marfat.com

بہترین ذریعہ، جس سے دونوں کے حقوق کا تحفظ ہو اور ایک دوسرے کے ساتھ بہترین تعاون حاصل ہو۔

نکاح کے ارکان:

نکاح کی صحت کے لیے بیک وقت چار ارکان کا ہونا ضروری ہے:

[۱] ولی کا ہونا۔ [۲] دو گواہ ہونا۔

[۳] عقدِ نکاح کی صحت۔ [۴] مہر۔

ان عورتوں کا بیان، جن سے شادی کرنا حرام ہے:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا وَ سَآءَ سَبِيْلًا ۝ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَ بَنٰتُكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ وَ عَمّٰتُكُمْ وَ خٰلٰتُكُمْ وَ بَنٰتُ الْاَخِ وَ بَنٰتُ الْاُخْتِ وَ اُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْۤ اَرْضَعْنَكُمْ وَ اَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَ اُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَ رَبَآىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَ حَلَآىِٕلُ اَبْنَآىِٕكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ وَ الْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَ اُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ﴾ [النساء: ۲۲، ۲۴]

''ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمھارے باپ نے نکاح کیا ہے،

Marfat.com

مگر جو پہلے ہو چکا ہو، یہ (عمل) بے شک بے حیائی اور غیظ و غضب کا کام ہے اور بُرا راستہ ہے۔ تمھارے اوپر تمھاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بھائی کی بیٹیاں اور بہن کی بیٹیاں اور تمھاری وہ مائیں جنھوں نے تم کو دودھ پلایا ہے اور دودھ کی بہنیں اور تمھاری عورتوں کی مائیں اور ربیبہ جو تمھاری مدخولہ بیوی کی بیٹی ہے اور تمھارے پاس زیرِ تربیت ہے، البتہ اگر تم نے ان عورتوں سے دخول نہیں کیا (تو ان کی بیٹی سے نکاح کرنے میں) تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور تمھارے صلبی بیٹوں کی عورتیں اور دو سگی بہنوں کے درمیان جمع کرنا مگر جو پہلے ہو چکا ہو، (یہ سب) تمھارے اوپر حرام ہیں، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔"

نیز فرمایا:

﴿وَ لَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَ لَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّ لَوْ اَعْجَبَتْكُمْ وَ لَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا﴾

[البقرة: ۲۲۱]

"اور مشرکہ عورتوں سے شادی نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں اور مومنہ لونڈی مشرکہ عورت سے بہتر ہے، اگرچہ (مشرکہ عورت) تمھیں اچھی لگتی ہے اور نہ ہی مشرک مرد سے شادی کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

« يَحْرُمُ مِنَ الرَّضَاعِ مَا يَحْرُمُ مِنَ النَّسَبِ »[1]

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (۲۵۰۲) صحيح مسلم، رقم الحديث (۱۴۴۷)

Marfat.com

''رضاعت سے وہ سب حرام ہو جاتے ہیں جو نسب سے حرام ہوتے ہیں۔''

مذکورہ بالا ارشاداتِ ربانیہ اور توجیہاتِ نبویہ سے معلوم ہوا کہ جن عورتوں سے شادی کرنا حرام ہے، ان کی دو قسمیں ہیں:

1. وہ عورتیں جو ہمیشہ کے لیے حرام ہیں، یہ حرمت کبھی ختم نہیں ہوتی ہے۔
2. وہ عورتیں جو کسی سبب سے وقتی طور پر حرام ہیں، جب وہ سبب ختم ہو جائے تو وہ حلال ہو جائیں گی۔

جو عورتیں ہمیشہ حرام ہیں، ان کی تین قسمیں ہیں:

1. نسبی محرمات، جیسے نانی، دادی اور ان کی مائیں، بیٹی اور اس کی بیٹیاں، پوتی اور اس کی بیٹیاں۔ بہن، اس کی بیٹیاں اور اس کی اولاد کی بیٹیاں، پھوپھی اور اس کی مائیں، خالہ اور اس کی مائیں، بھتیجی اور بھتیجے کی بیٹیاں اور ان کی اولاد کی بیٹیاں، یہ سب ابدی محرمات ہیں۔
2. مصاہرت کی بنا پر محرمات: جیسے: باپ کی بیوی، دادا کی بیوی، بیوی کی ماں اور اس کی دادی، بیوی کی بیٹی، بیوی کی بیٹی کی بیٹی بشرطیکہ شوہر نے بیوی سے جماع کیا ہو، بیٹے کی بیوی، پوتے کی بیوی، وغیرہ۔
3. دودھ کی وجہ سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو نسب کی وجہ سے حرام تھے، کیوں کہ اب یہ رضاعی رشتے بن جاتے ہیں اور پہلے نسبی رشتے تھے۔

البتہ رضاعت ایامِ طفولت میں دودھ پینے سے ثابت ہوتی ہے اور وہ دودھ جو بچے کی نشو و نما کا سبب نہ ہو، صرف ایک یا دو گھونٹ پی لینے سے حرمت نہیں ثابت ہوتی، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

Marfat.com

«لَا تُحَرِّمُ الْمَصَّةُ وَلَا الْمَصَّتَانِ»[1]

''ایک اور دو مرتبہ دودھ چوسنے سے حرمت ثابت نہیں ہوتی۔''

ملاحظہ: یہاں پر یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ دودھ پینے والے کے بھائیوں اور بہنوں پر یہ حکمِ رضاعت واقع نہیں ہوگا، کیوں کہ انھوں نے دودھ نہیں پیا ہے لہٰذا رضیع کا بھائی دودھ پلانے والی یا اس کی بیوی سے شادی کر سکتا ہے، اسی طرح اس کی بہن دودھ پلانے والی کے خاوند یا اس کے باپ اور بیٹے سے نکاح کر سکتی ہے۔

وقتی اور عارضی حرمت، یہ وہ حرمت ہے جو کسی سبب سے واقع ہوئی ہے، جب وہ سبب ختم ہو گیا تو حرمت بھی ختم ہو گئی، جیسے:

① بیوی کی بہن: یہ اس وقت تک حرام ہے جب تک بیوی اس کے نکاح میں ہے۔ اگر بیوی فوت ہو جائے یا اسے طلاق ہو جائے تو عدت ختم ہونے کے بعد اس کی بہن سے شادی کر سکتا ہے، کیوں کہ حرمت کا سبب ختم ہو گیا اور وہ سبب دونوں بہنوں کا اجتماع تھا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اَنْ تَجْمَعُوْا بَیْنَ الْاُخْتَیْنِ﴾ [النساء: ۲۳]

''یہ کہ تم دو بہنوں کے درمیان جمع کرو۔''

② بیوی کی موجودگی میں اس کی پھوپھی یا خالہ سے نکاح نہیں کر سکتے، لیکن اس کی عدم موجودگی میں ان سے نکاح کر سکتے ہیں، خواہ عدمِ موجودگی طلاق کی وجہ سے ہو یا موت کی وجہ سے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

«نَهَىٰ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ أَن تُنْكَحَ الْمَرْأَةُ عَلىٰ عَمَّتِهَا أَوْ خَالَتِهَا»[2]

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢٦٦٢)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٨١٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٥٠٦)

Marfat.com

"رسول اللہ ﷺ نے اس بات سے منع کیا ہے کہ عورت کا نکاح اس کی پھوپھی یا خالہ پر کیا جائے۔"

۳ شادی شدہ عورت کا نکاح دوسری جگہ نہیں ہوسکتا، جب تک پہلا نکاح قائم ہے۔

۴ عدت گزارنے والی عورت کا نکاح عدت کے اندر نہیں ہوسکتا، حتیٰ کہ پیغام بھی دینا صحیح نہیں ہے۔ جب عدت ختم ہو جائے تو شادی کرسکتی ہے۔

۵ مطلقہ عورت جس کو تین طلاقیں ہوگئی ہوں، اب وہ پہلے شوہر سے نکاح نہیں کرسکتی اِلا یہ کہ دوسرے آدمی سے نکاح کرے، اگر وہ بھی اسے طلاق دے دے تو ایسی صورت میں پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی۔

۶ زانیہ عورت سے نکاح نہیں کرنا چاہیے، جب تک وہ مکمل طور پر صدقِ دل سے توبہ نہ کرلے، پھر وہ اپنی عدت پوری کرلے، تاکہ اس کا رحم پاک ہو جائے۔

۷ کافر اور مشرکہ عورت سے بھی حالتِ کفر و شرک میں نکاح جائز نہیں، جب تک وہ دینِ اسلام میں داخل نہ ہو جائیں۔

شادی کے لیے پیغام دینا:

شادی ایک مقدس اور پاکیزہ رشتہ ہے، اس پر پُرکیف انسانی زندگی کی بقا کا انحصار ہے، اسی لیے شادی سے پہلے شادی کا پیغام دینا مشروع ہے، تاکہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ سکیں، اس سے یا تو دونوں کے دلوں میں ایک دوسرے کے لیے محبت پیدا ہو جائے گی یا نفرت، اسی چاہت یا عدمِ چاہت پر شادی کا انحصار ہوگا۔

پیغام دینے کی چند شروط:

جس لڑکی کے لیے شادی کا پیغام دینا ہو، اس کے لیے چند شروط کا خیال کرنا ضروری ہے:

Marfat.com

١ وہ لڑکی ان لڑکیوں میں سے نہ ہو، جن سے شادی کرنا حرام ہے، چاہے حرمت ابدی ہو یا مؤقت ہو۔

٢ جس لڑکی کو پیغام دینا ہے اس کو کسی دوسرے نے پیغام نہ دیا ہو، اس سے نبی کریم ﷺ نے منع کیا ہے۔ کوئی آدمی اپنے بھائی کے پیغام پر پیغام نہ دے، اِلا یہ کہ پہلے نے چھوڑ دیا ہو یا وہ اجازت دے۔ اگر پہلے نے پیغام دیا ہو اور بات چیت بھی مکمل ہوگئی ہے تو اس وقت دوسرے کے لیے پیغام دینا جائز نہیں ہے۔

٣ عدت والی عورت کو بھی حالتِ عدت میں پیغام دینا صحیح نہیں ہے، خواہ طلاق کی عدت ہو یا شوہر کی وفات کی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا وَ لَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ﴾ [البقرۃ: ٢٣٥]

"اور تمھارے اوپر کوئی گناہ نہیں ہے، اس بات میں کہ تم اشارے میں عورتوں کو پیغامِ نکاح دو یا اپنے دل میں پوشیدہ رکھو، اللہ کو معلوم ہے کہ تم ان کا ذکر کرو گے، لیکن تم ان سے پوشیدہ طور پر نکاح کا وعدہ نہ کر رکھو، مگر یہ کہ کوئی اچھی بات کہہ دو اور نکاح کا عزم مت کرو، یہاں تک کہ عدتِ مقرر اپنے وقت کو پہنچ جائے اور جان لو کہ اللہ تعالیٰ تمھارے بھید کو اچھی طرح جانتا ہے، لہٰذا اس سے بچتے رہو۔"

Marfat.com

نکاح میں کفو کی شرعی حیثیت:

نکاح میں کفو کا کوئی اعتبار نہیں ہے، اگرچہ بعض ائمہ نے اس کا اعتبار کیا ہے، لیکن جہاں تک اس مسئلے کی دینی حیثیت ہے تو علامہ ابن حجر رحمہ اللہ کے بقول کفو نسبی کے معتبر ہونے میں کوئی حدیث موجود نہیں ہے، بلکہ اس کے برعکس ایسی روایات و آثار کا ذخیرہ ملتا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عہدِ نبوت اور عہدِ صحابہ میں نسبی کفو کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے "باب الاكفاء في الدين" کے عنوان میں دو ایسے واقعات نقل کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ نسبی کفو کا اعتبار نہیں تھا۔ پہلا واقعہ حضرت ابو حذیفہ رضی اللہ عنہ کا ہے جو ایک بدری صحابی ہیں، انھوں نے حضرت سالم کی شادی اپنی بھتیجی ہند بنت ولید کے ساتھ کر دی تھی، جب کہ سالم ایک انصار عورت کے آزاد کردہ غلام تھے اور ہند مہاجرات میں سے تھیں۔

دوسرا واقعہ ضباعہ بنت زبیر رضی اللہ عنہا کا ہے کہ ان کی شادی حضرت مقداد رضی اللہ عنہ سے ہوئی تھی، حالاں کہ ضباعہ اپنے نسب کے اعتبار سے بہت چھوٹی تھیں۔[1]

علامہ ابن قیم رحمہ اللہ نے اس پر بڑی تفصیل سے بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ نسب میں کفو کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور اس میں شدت اختیار کرنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے شعوب و قبائل کو باہمی تعارف کا ذریعہ بتایا ہے اور بڑائی اور بزرگی صاحبِ تقویٰ کو حاصل ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ﴾ [الحجرات: ١٣]

"بے شک اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ باعزت وہ شخص ہے جو تم سب سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والا ہو۔"

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٨٠٠، ٤٨٠١)

Marfat.com

مہر کے احکام:

مہر عورت کا حق ہے جس کا ادا کرنا واجب ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اٰتُوا النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحۡلَةً﴾ [النساء: ٤]

''اور عورتوں کو ان کے مہر خوشی سے ادا کرو۔''

مہر عورت کی ذاتی ملکیت ہے، لہٰذا اس کے تصرف کرنے کا حق بھی صرف اسی کو ہے، اس میں کسی کی مداخلت جائز نہیں، چاہے وہ شوہر ہی کیوں نہ ہو۔

مہر کی مقدار:

شریعت نے مہر کی کوئی حد متعین نہیں کی، بلکہ اسے طرفین کے اقتصادی حالات پر چھوڑ دیا ہے۔ وہ اتنا زیادہ ہو کہ شوہر اسے ادا کر سکے نہ اتنا کم ہو کہ عورت کسی سنگین موقع پر اس سے فائدہ نہ حاصل کر سکے۔ زیادہ بہتر یہ ہے کہ مہر کو نکاح کے وقت ادا کر دیا جائے، لیکن اگر مجبوری کی وجہ سے بعد میں ادا کرتا ہے تو بھی جائز ہے اور اگر آدھی رقم پہلے اور آدھی بعد میں ادا کرتا ہے تو بھی جائز ہے۔

اگر دخول سے پہلے عورت کو طلاق دے دی جائے تو آدھا مہر ساقط ہو جاتا ہے اور آدھے مہر کو ادا کرنا ضروری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اِنۡ طَلَّقۡتُمُوۡهُنَّ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَمَسُّوۡهُنَّ وَ قَدۡ فَرَضۡتُمۡ لَهُنَّ فَرِيۡضَةً فَنِصۡفُ مَا فَرَضۡتُمۡ﴾ [البقرة: ٢٣٧]

''اور اگر تم نے ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دے دی ہے اور مہر متعین کر چکے ہو تو جو متعین کیا ہے اس کا آدھا دے دو۔''

لیکن اگر دخول کے بعد طلاق دی ہے تو پورے مہر کا ادا کرنا واجب

Marfat.com

ہو گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكَيْفَ تَأْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ﴾ [النساء: ٢١]

''تم اسے کیسے لے لو گے، حالاں کہ تم ایک دوسرے سے مل چکے ہو۔''

ملاحظہ: شوہروں میں مہر معاف کرانے کی عادت عام ہوگئی ہے، چوں کہ عورت کو یہ خطرہ لاحق رہتا ہے کہ اگر وہ معاف نہیں کرتی ہے تو شوہر طلاق دے سکتا ہے، اس لیے وہ بھی مجبور ہو کر معاف کر دیتی، لہٰذا یہ طریقہ بالکل غلط ہے۔ مہر عورت کا حق ہے، لہٰذا اس کا حق اسے بخوشی سونپ دینا چاہیے، ہاں اگر اپنی خوشی سے معاف کر دیتی ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

ایسی شادی کا حکم جس میں مہر کا ذکر نہ ہو:

ایسی شادی جس میں مہر کی تعیین نہ کی گئی ہو یا مہر کا ذکر نہ ہوا ہو تو وہ شادی صحیح ہو گی، البتہ مہر مثل واجب ہو گا، یعنی عورت کی بہنوں کے مہر کے مطابق یا اس کے میکے میں بالعموم عورتوں کا جو مہر متعین ہوتا ہے وہی اس کا بھی متعین کر دیا جائے گا۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے ایسے آدمی کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے شادی تو کر لی تھی مگر مہر نہیں متعین تھا اور دخول سے پہلے وفات پا چکا تھا تو سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ اس کو مہر مثل دو، اس میں کمی وبیشی صحیح نہیں ہے اور عورت پر عدت ہے اور میراث کا حق حاصل ہے۔ اتنے میں معقل بن سنان اشجعی کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق کے بارے میں اسی طرح فیصلہ دیا تھا۔[1]

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢١١٨) سنن الترمذي، رقم الحديث (١١٤٥)

Marfat.com

حرام اور ممنوع نکاح:

① نکاحِ متعہ۔ یہ ہے کہ آدمی کسی عورت سے اس شرط پر نکاح کرے کہ وہ اسے ایک متعین مدت تک پاس رکھے گا، پھر اسے طلاق دے دے گا تو یہ نکاح حرام ہے۔ سنن ابن ماجہ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے متعہ حرام کر دیا اور فرمایا:

«يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي كُنْتُ آذَنْتُ لَكُمْ فِي الْإِسْتِمْتَاعِ، أَلَا وَإِنَّ اللّٰهَ قَدْ حَرَّمَهَا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ»[1]

”لوگو! میں پہلے متعے کے بارے میں تم کو اجازت دیتا تھا، لیکن خبردار! اب اللہ تعالیٰ نے اس کو قیامت تک کے لیے حرام قرار دیا ہے۔“

② نکاحِ شغار۔ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا نکاح اس شرط پر کرتا ہے کہ دوسرا بھی اپنی بیٹی یا بہن کو اس کے نکاح میں دے دے۔ تو یہ نکاح بھی باطل ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا شِغَارَ فِي الْإِسْلَامِ»[2] ”اسلام میں شغار نہیں ہے۔“

یعنی وٹے سٹے کا نکاح کہ عورت کی شرط کے ساتھ عورت کا نکاح جائز نہیں ہے۔

③ نکاحِ حلالہ۔ یعنی حلالہ کی نیت سے شادی کرنا، اس کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص نے وقتی جذبات میں آکر اپنی بیوی کو طلاق دے دی، پھر وہ دوسرے آدمی کے پاس جا کر طے کرتا ہے اور اپنی مطلقہ بیوی کی شادی اس سے اس

---

[1] سنن إبن ماجه، رقم الحديث (١٩٦٢)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٥٣٣)

Marfat.com

شرط پر کرتا ہے کہ ایک مرتبہ ہم بستری کے بعد وہ اسے طلاق دے دے گا، اس طرح وہ اپنے لیے اپنی مطلقہ بیوی کو حلال کرتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ یہ عمل شریعت کے مطابق ہے، حالاں کہ یہ شریعت کے ساتھ مذاق ہے، بلکہ شریعت نے ایسے شخص پر لعنت بھیجی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

"لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَلْمُحَلِّلَ وَالْمُحَلَّلَ لَہٗ"[1]

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے والے اور جس کے لیے حلالہ کیا گیا ہے، دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔"

لہٰذا اس ملعون عمل سے باز آنا چاہیے۔

۴ کافرہ عورت سے نکاح۔ کافر عورت سے نکاح جائز نہیں ہے، جب تک وہ ایمان نہ لے آئے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ [البقرة: ٢٢١]

"مشرکہ عورتوں سے نکاح نہ کرو، یہاں تک کہ وہ ایمان لے آئیں۔"

اس آیت کی بنیاد پر ایک مسلمان مرد کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی مجوسی، شیوعی، کافر اور بت پرست عورت سے شادی کرے، اسی طرح مسلمان عورت بھی کسی کافر مرد سے شادی نہیں کر سکتی، ہاں اگر وہ دائرۂ اسلام میں داخل ہو جائیں تو نکاح کرنا جائز ہے۔

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١١١٩)

Marfat.com

عقیقے کے احکام

عقیقے کی تعریف:

عقیقہ اس جانور کو کہتے ہیں جو بچے کی پیدائش کے ساتویں دن ذبح کیا جاتا ہے۔

عقیقے کا حکم:

جس شخص کے پاس قدرت ہے اس پر ساتویں دن عقیقہ کرنا سنتِ موکدہ ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

((كُلُّ غُلَامٍ رَهِينَةٌ بِعَقِيقَتِهِ تُذْبَحُ عَنْهُ يَوْمَ سَابِعِهِ وَيُسَمّٰى وَيُحْلَقُ رَأْسُهُ))[1]

''ہر بچہ اپنے عقیقہ کے ساتھ گروی ہے۔ ساتویں دن اس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے گا، اس کا نام رکھا جائے گا اور سر کے بال مونڈے جائیں گے۔''

عقیقے کے احکام:

1. جانور صرف بکرا یا چھترا اور اس کی نسل سے ہو۔
2. عقیقے کا گوشت گھر والے بھی کھائیں اور تقسیم بھی کریں۔
3. لڑکے کی طرف سے دو جانور دینا مستحب ہے، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٨٣٩)

Marfat.com

نے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کی طرف سے دو مینڈھے ذبح کیے تھے۔

④ ساتویں دن بچے کا نام رکھا جائے اور اچھا نام تجویز کیا جائے، اسی دن سر مونڈا جائے اور بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے، کیوں کہ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسن کا عقیقہ کیا تھا تو حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: ''ان کو مونڈ دو اور اس کے وزن کے برابر چاندی مسکینوں میں صدقہ کر دو۔'' (مسند احمد، ترمذی)

⑤ بچے کے داہنے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی جائے۔

⑥ اگر کسی مجبوری کی وجہ سے ساتویں دن عقیقہ نہ کر سکے تو جب بھی میسر ہو عقیقہ کر دینا چاہیے۔

⑦ عقیقہ میں گائے یا اونٹ ذبح کرنا درست نہیں ہے

خاندانی منصوبہ بندی یا تحدیدِ نسل:

چونکہ یہ موضوع عصرِ حاضر کا انتہائی حساس اور اہم موضوع ہے اور لوگوں کے نظریات و خیالات بھی مختلف ہیں، لہٰذا ہم اس اہم موضوع کو قدرے تفصیل سے پیش کرتے ہیں، تاکہ ہر عورت کو بخوبی علم ہو سکے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نوعِ انسانی کی افزائش اور بقا کا دار و مدار تناسل پر ہے اور نکاح کے ذریعے اسلام اسی مقصد کو حاصل کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ قرآن مجید کی آیت: ﴿فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ﴾ کی تفسیر میں علما لکھتے ہیں کہ یہاں ''ابتغاء ما کتب اللّٰہ'' کو مباشرت کا مقصد بتایا گیا ہے اور اس سے مراد افزائشِ نسل ہے، حصولِ لذت نہیں اور ظاہر ہے کہ تناسل نوعِ انسان کی افزائش کا ایک اہم سبب ہے، اس لیے قرآن کریم اور احادیث

Marfat.com

کی متعدد نصوص اس کی حوصلہ افزائی میں وارد ہوئے ہیں۔

کیا اسلام نس بندی کی اجازت دیتا ہے؟

متعدد احادیث کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسلام مخصوص حالات میں منعِ حمل اور تحدیدِ نسل کی اجازت دیتا ہے، چناں چہ ہم ذیل میں ان احادیث کا ذکر کر رہے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں۔

1. سیدنا جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے اور قرآن نازل ہو رہا تھا۔''[1]

البتہ صحیح مسلم کی روایت کے الفاظ کچھ مختلف ہیں اور وہ یہ ہیں:

''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عزل کیا کرتے تھے، پھر جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبر پہنچی تو آپ نے لوگوں کو روکا نہیں۔''[2]

پہلے زمانے میں یہی عزل منعِ حمل کا معروف طریقہ تھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ مباشرت ہونے کے بعد جب انزال کا وقت آتا تھا تو شوہر الگ ہو جاتا تھا اور منی شرم گاہ سے باہر خارج ہوتی تھی، اس طرح وہ نطفے کو رحم میں جانے سے روکتے تھے، جس کا مقصد منعِ حمل تھا۔

جو یہ فرمایا کہ ہم عزل کرتے تھے اور قرآن نازل ہوتا تھا، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر یہ کوئی خلافِ شرع بات ہوتی تو کیسے ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ اس غلط بات پر مسلمانوں کو متنبہ نہ کرتا، جب کہ دوسرے بہت سی غلط رسم و رواج کو اللہ تعالیٰ نے بدل دیا تھا۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩١١) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٤٤٠)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٦٣٤)

Marfat.com

④ امام احمد اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے:

ایک آدمی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آ کر عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! ہمارے پاس ایک ہی لونڈی ہے، جو گھر کا کام کاج کرتی ہے، ہمارے کھجور کے درختوں کی سینچائی کرتی ہے اور میں اس سے اپنی جنسی خواہش بھی پوری کرتا ہوں، لیکن میں چاہتا ہوں کہ وہ حاملہ نہ ہو، اب آپ بتائیں کہ کیا کروں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: ''اگر چاہو تو عزل کرو، مگر ہو گا وہی جو اس کی تقدیر میں ہے۔''[1]

مذکورہ بالا احادیث سے یہ بات واضح انداز میں معلوم ہوتی ہے کہ منعِ حمل کا یہ طریقہ، یعنی عزل عہدِ نبوی ﷺ میں معروف تھا اور لوگ اس کو اختیار کرتے تھے، اس کا علم نبیِ کریم ﷺ کو بھی تھا اور اس وقت وحی بھی نازل ہو رہی تھی، لیکن اس کے باوجود آپ نے نہ تو ایسا کرنے سے روکا اور نہ وحیِ الٰہی نے انھیں باز رہنے کا حکم دیا اور یہی چیز اس کے جواز کی دلیل ہے۔

برخلاف اس کے کچھ ایسی حدیثیں بھی ہیں جو پہلی دونوں حدیثوں کے متعارض ہیں، اسی وجہ سے علمائے کرام نے اس کے جواز و عدمِ جواز میں اختلاف کیا ہے۔ بعض لوگوں نے اسے مطلق جائز قرار دیا ہے اور بعض لوگوں نے اس کو مطلق حرام کر رکھا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ یہ عورت کی مرضی پر موقوف ہے، اگر وہ اجازت دے تو جائز ہے، ورنہ نہیں اور بعض نے اسے لونڈی کے ساتھ خاص کر رکھا ہے، لیکن راجح قول یہ ہے کہ اگر عورت راضی ہے تو جائز ہے اور منع والی روایتوں کو کراہتِ تنزیہی پر محمول کیا جائے گا۔ یہ علمائے سلف کا نظریہ ہے، البتہ جدید علمائے کرام کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

1. منعِ حمل سے مسلمانوں کو اجتناب کرنا چاہیے، یہ صرف دو صورتوں میں جائز ہے:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۶۲۹)

Marfat.com

① حمل کی وجہ سے عورت کو کسی بیماری یا خطرے کا اندیشہ ہو۔

② عورت کو پہلے سے بچہ ہے، جس کو وہ دودھ پلا رہی ہے، لہٰذا اگر کوئی مسلمان ماہر ڈاکٹر یہ مشورہ دے کہ حمل کی وجہ سے دودھ پینے والے بچے کو نقصان پہنچ سکتا ہے تو ایسی صورت میں منعِ حمل جائز ہے، البتہ محتاجی اور فقر و فاقہ کے خوف سے منعِ حمل یا تعلیم و تربیت کی پریشانیوں سے بچنے کے لیے یہ طریقہ اختیار کرتا ہے تو یہ جائز نہیں ہے۔ سب سے اہم بات یہ ہے کہ موجودہ فوجی اصول و ضوابط اس بات کو ثابت کرتے ہیں کہ جنگوں میں فتح و کامرانی انہی کو میسر ہے جو جدید جنگی آلات کے ساتھ ساتھ کثرت میں بھی ہوں۔ اسی طرح اسلامی قوانین کی حفاظت اسلامی معاشرے کا مکمل تحفظ، مسلمانوں کے جان و مال اور عزت و آبرو کی مکمل حفاظت بھی اس وقت ممکن ہے جب مسلمانوں کی تعداد زیادہ ہو اور ان کا غلبہ ہو۔

② افزائشِ نسل پر لوگوں کو ابھارنا چاہیے، البتہ اگر کوئی مجبوری کا عالم ہو تو ایسی صورت میں منعِ حمل کی صورت اختیار کرنی چاہیے۔

خلاصہ کلام: قرآنی آیات اور احادیثِ نبویہ میں غور و فکر کرنے سے اور علمائے کرام کے خیالات و نظریات کا مطالعہ کرنے سے جو حقیقت سامنے آتی ہے، وہ یہ ہے کہ اسلام نے اولاد کو اللہ کی عظیم نعمت شمار کیا ہے۔

اِرشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ اللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَ حَفَدَةً﴾ [النحل: ۷۲]

"اور اللہ تعالیٰ نے تمھارے نفس سے عورتیں پیدا کیں اور تمھارے

Marfat.com

لیے تمھاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے پیدا کیے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَزَوَّجُوا الْوَلُودَ وَالْوَدُودَ، فَإِنِّي مُكَاثِرٌ بِكُمُ الْأُمَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ)) [1]

''زیادہ محبت کرنے والی اور زیادہ بچے پیدا کرنے والی عورتوں سے شادی کرو، کیوں کہ میں بروزِ قیامت تمھاری کثرت کی وجہ سے دوسری امتوں پر فخر کروں گا۔''

یہاں اسلام نے افزائشِ نسل پر ابھارا ہے، لیکن اسلام ایسی کثرت کو دیکھنا چاہتا ہے جو اسلامی اصول وقوانین کو اچھی طرح سمجھتا ہو، اس کا پابند ہو، ان اصول وضوابط کو اچھی طرح سمجھتا ہو، جو قوموں کی ترقی کا سبب بنتی ہو۔ اسلام ایسی کثرت کو ہرگز پسند نہیں کرتا جو کم زور و ناتواں، انتہائی کم ظرف و کم عقل، معاشرے میں اس کا کوئی مقام نہ ہو، وہ سمندر کی جھاگ کی مانند ہو کہ قومیں جدھر چاہیں اسے نچاتی پھریں، بلکہ اس کثرت میں وہ طاقت وقوت اور دانائی و عقل مندی ہو کہ اپنی حکمت و تدبیر سے ظلم وعدوان بھری اس دنیا کو اس کے ظلم وستم سے آزاد کردے، سیاسی و اقتصادی اور دینی ظلم و استبداد سے نجات دلا کر عدل و انصاف اور روشنی کی طرف لا کھڑا کردے۔

یہ زمین تعصب، نسل پرستی اور جہالت سے مکمل پاک ہو جائے، ہر طرف عدل و انصاف ہو، عزت و آبرو کی حفاظت اور جان و مال کا مکمل تحفظ ہو، اس میں ابوبکر رضی اللہ عنہ جیسا صاحبِ بصیرت، عمر رضی اللہ عنہ جیسا انصاف پسند، علی رضی اللہ عنہ جیسا بہادر اور خالد رضی اللہ عنہ جیسا جرنیل اور ابنِ عباس و ابنِ مسعود جیسا عالم و فقیہ موجود

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٠٥٠)

Marfat.com

ہوں، لہٰذا افزایشِ نسل ایک عظیم نعمت ہے۔ شرط یہ ہے کہ اس کی صحیح تعلیم و تربیت ہو، البتہ اگر کوئی اضطراری کیفیت لاحق ہو جائے اور عورت کی زندگی کو خطرہ لاحق ہو سکتا ہو تو ایسی صورت میں منعِ حمل کو اختیار کرنا بہتر ہے۔

بے بی ٹیوب کا حکم:

چوں کہ یہ موضوع دورِ جدید کا بہت ہی حساس اور اہم موضوع ہے اور بڑے بڑے ہسپتالوں میں بانجھ پن کے علاج کے لیے اس طریقہ کار کو اختیار کیا جاتا ہے، اس لیے اس کی شرعی حیثیت بھی معلوم کرنا ضروری ہے۔

معلوم ہونا چاہیے کہ بے بی ٹیوب کے مختلف حالات ہیں، ان میں بعض حالات جائز ہیں اور بعض ناجائز، مثلاً:

1. اگر ٹیوب میں عورت کا بیضہ اور اس کے شوہر کا پانی دونوں ساتھ میں ہے، پھر اس کو اسی عورت کے رحم میں ڈالا گیا ہے تو یہ جائز ہے، کیوں کہ عورت کا پانی اور اس کے شوہر کا پانی دونوں مل کر اس کے رحم میں ہے۔
2. اگر عورت کا بیضہ غیر مرد کے پانی کے ساتھ ملا ہوا ہے تو یہ حرام ہے، کیوں کہ اس میں ''زنا'' کا معنی پایا گیا ہے، کیوں کہ ایک اجنبی مرد کا پانی اجنبی عورت کے رحم میں ڈالا گیا ہے، جب کہ دونوں میں نکاح نہیں ہے، یعنی دونوں میاں بیوی نہیں ہیں۔
3. عورت رحم میں کسی خرابی کی وجہ سے حمل کی قدرت نہیں رکھتی، لیکن اس کا بیضہ صحیح ہے، پھر اس عورت کے بیضے کو اور اس کے شوہر کے پانی کو لے کر ٹیسٹ ٹیوب میں رکھ کر کسی تیسری اجنبی عورت میں ڈالا جائے، تاکہ بچہ پیدا ہو تو یہ حالت بھی ناجائز ہے۔

Marfat.com

④ اسی طرح بیوی کے اندر حمل کی قدرت موجود ہے، لیکن اس کا بیضہ صحیح نہیں ہے تو اس وقت کسی دوسری عورت کا بیضہ لے کر پھر شوہر کی منی میں ملا کر بیوی کے رحم میں بویا جائے، تا کہ بچہ پیدا ہو تو یہ صورت بھی ناجائز و حرام ہے، کیوں کہ یہ بھی زنا کے مشابہ ہے۔

مذکورہ بالا صورتوں میں پہلی صورت جائز ہے، تا کہ بچہ بھی اپنے حقیقی ماں باپ کو پہچان سکے اور ماں باپ بھی اپنے حقیقی لڑکے کو پہچان سکیں اور نسب بھی برقرار رہ سکے۔ باقی صورتوں میں یہ مفقود ہے، لہٰذا وہ سب حرام ہیں۔

❁❁❁❁❁❁❁

Marfat.com

طلاق کے احکام

طلاق کی تعریف:

ازدواجی زندگی کو ختم کر دینے کا نام ''طلاق'' ہے جیسے، کہے: میں نے تجھے طلاق دے دی۔

طلاق کے ابتدائی مراحل:

ازدواجی زندگی میں میاں بیوی کو ساتھ رہتے رہتے کبھی کچھ ناخوشگوار واقعات رونما ہو ہی جاتے ہیں۔ زندگی کی لمبی دوڑ میں اس قسم کے واقعات کا ہونا کوئی بعید نہیں ہے۔ اگر ایسی صورت پیدا ہو جائے تو اسلام دونوں کو صبر، حکمت اور بصیرت کے ساتھ ایسے مسائل کو حل کرنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اگر میاں بیوی دونوں اسلامی تعلیمات اور اس کی بہترین اور مصلحانہ توجیہات اور ارشادات پر عمل کریں تو میرے خیال میں طلاق کے واقعات بالکل کم ہو جائیں گے اور نکاح ایک مضبوط رشتہ بن جائے گا۔ اختلافات کا آغاز یا تو بیوی کی جانب سے ہوتا ہے یا شوہر کی جانب سے یا ان دونوں ہی کا اس میں کچھ حصہ ہوتا ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ اسلام اس کا کیا حل پیش کرتا ہے؟

بیوی کی نافرمانی:

اگر بیوی نافرمان ہوگئی ہے یا قابو سے باہر ہوگئی ہے اور شوہر کے حقوق کو پامال کرنے لگے تو ان صورتوں میں قرآن مجید نے اس کا علاج اس طرح بتایا ہے:

Marfat.com

۱ پہلے شوہر پیار اور محبت سے اس کو نصیحت کرے، اس کی غلطیوں کی بہترین انداز میں نشاندہی کرے اور اسے یہ بھی بتائے کہ اس غلط حرکت سے اللہ ناراض ہوتا ہے، اس طرح اچھی اچھی نصیحتیں وقتاً فوقتاً اسے کرتا رہے بہت ممکن ہے کہ اس نصیحت کا اس پر اچھا اثر ہو اور دونوں تباہی کے دہانے سے بچ جائیں۔

۲ شوہر نصیحت کرتے کرتے ہار جائے اور بیوی پر اس کا کوئی خاطر خواہ اثر نہیں ہو رہا ہے تو اس وقت اسلام نے اسے سزا دینے کی تلقین کی ہے، البتہ سزا کی ترتیب یہ ہے کہ پہلے وہ اس کی خواب گاہ سے الگ ہو جائے، اپنا بستر الگ کر لے، اس سے بے پروائی برتنا شروع کر دے، اس کے پاس جانا چھوڑ دے، اس کے حرکات اور سکنات سے یہ محسوس ہو کہ وہ ناراض ہے۔ ظاہر بات ہے کہ شوہر کی اس حرکت سے محترمہ کے نسوانی غرور پر چوٹ پڑے گی اور بہت ممکن ہے کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز آجائے، کیوں کہ عورت سب کچھ برداشت کر سکتی ہے، لیکن اپنی نسوانیت کی توہین کبھی برداشت نہیں کر سکتی۔

۳ اگر شوہر اس طریقہ کار سے کامیاب نہیں ہوتا تو مار پیٹ سے بھی کام لے سکتا ہے، لیکن یہ خیال رہے کہ اس کو ایسی مار نہ مارے جو اسے لہولہان کر دے، اس کے جسمِ نازک پر نشانات بن جائیں یا کوئی حصہ ٹوٹ پھوٹ جائے، بلکہ ایسی پٹائی ہو جس سے وقتی تکلیف ہو، ممکن ہے اس سے وہ عبرت حاصل کرے۔ یہ وہ طرق کار ہیں جنھیں اسلام شوہر کو اختیار کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالّٰتِیْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِی الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوْهُنَّ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَیْهِنَّ سَبِیْلًا اِنَّ اللّٰهَ

Marfat.com

كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا ﴿۳۴﴾ [النساء: ٣٤]

''اور جن عورتوں کی نافرمانی کا تمھیں خوف ہو تو انھیں نصیحت کرو اور انھیں بستروں سے الگ رکھو اور ان کو مارو، پھر اگر وہ تمھاری بات مان لیں تو ان پر کوئی راستہ مت تلاش کرو، بے شک اللہ تعالیٰ بلند اور بالاتر ہے۔''

شوہر کی نافرمانی:

لیکن اگر نافرمانی شوہر کی جانب سے ہے تو اس وقت عورت کو بھی انتہائی حکمت اور بصیرت سے کام لینا چاہیے، نہایت سنجیدگی سے اس نفرت کے اسباب کا پتا لگانا چاہیے اور ہر ممکن طریقے سے اس کی نفرت ختم کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اس موقع پر سودہ بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کا واقعہ قابلِ ذکر اور قابلِ عبرت ہے۔ انھوں نے جب محسوس کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بے التفاتی برت رہے ہیں اور یہ بھی اندازہ لگا لیا کہ آپ انھیں طلاق دینے کے بارے میں سوچ رہے ہیں تو فوراً سمجھ گئیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بے توجہی ان کے اندر کسی عیب کی وجہ سے نہیں اختیار کی، بلکہ معاملہ کچھ دوسرا ہے اور وہ یہ ہے کہ وہ عمر کے اعتبار سے ازواجِ مطہرات میں سب سے بڑی ہیں، جس وجہ سے وہ وظیفۂ زوجیت بہتر انداز میں نہیں ادا کر پا رہی ہیں، اس وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم انھیں چھوڑنا چاہتے ہیں۔ یہ خیال کر کے وہ آگے بڑھیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر خود عرض کی کہ ''اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! اب میں بوڑھی ہو چکی ہوں، لہٰذا اپنی باری کے دن آپ کی چہیتی بیوی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو دیتی ہوں، میری صرف سب سے بڑی خواہش یہ ہے کہ قیامت کے دن جب میں اٹھائی جاؤں تو آپ کی بیویوں میں میرا بھی نام ہو۔''

مندرجہ ذیل آیت انھی کی تعریف میں نازل ہوئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا وَ الصُّلْحُ خَيْرٌ وَ اُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ وَ اِنْ تُحْسِنُوْا وَ تَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا﴾ [النساء: ١٢٨]

''اگر کوئی عورت اپنے شوہر کی نافرمانی یا بے رخی سے ڈر رہی ہو تو کوئی حرج نہیں کہ وہ دونوں آپس میں صلح کر لیں، صلح بہتر ہے، نفس تنگ دلی کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، لیکن اگر تم لوگ بھلائی سے پیش آؤ اور تقویٰ اختیار کرنے لگو تو یقیناً اللہ تعالیٰ تمھاری اس کارگزاری سے باخبر ہے''۔

یہ صلح کے وہ طریقہ کار تھے جب نافرمانی یا تو بیوی کی طرف سے ہو یا شوہر کی طرف سے، لیکن اگر نافرمانی دونوں طرف موجود ہو تو اس وقت کون سی حکمت اختیار کی جائے؟

''ایسی صورت میں قاضی یا گاؤں کا پنچ اس معاملے کو دونوں کے سرپرستوں کے حوالے کرے گا، تاکہ دونوں سوچ سمجھ کر دونوں کو انصاف دلائیں، اس کے باوجود بھی اگر ظلم اور شقاق کا اندیشہ ہو اور یہ خوف ہو کہ وہ حدودِ الٰہی کو پامال کرنا شروع کر دیں گے تو اس وقت قاضی یا گاؤں کا پنچ فریقین کے خاندان سے ایک ایک حکم کا انتخاب کر کے بھیجے گا، تاکہ وہ دونوں کو مطمئن کر سکے''۔[1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علمائے اسلام نے کس قدر دقتِ نظر سے کام لے کر مسائل کا استنباط کیا ہے کہ وہ خاندان کی شیرازہ بندی کا آخری موقع بھی

[1] المغني لابن قدامه (١٨/٧)

Marfat.com

ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے اور آخری صورت یہ نکالتے ہیں کہ اگر دونوں باہمی طور پر مصالحت کے لیے رضا مند نہیں ہیں تو دونوں کے سرپرست مل کر انھیں سمجھائیں، تاکہ ایک آباد گھر اجڑنے سے بچ جائے، لیکن اگر اختلاف کی دیواریں اس قدر وسیع ہو جائیں کہ ان دونوں کا ایک ساتھ رہنا ناممکن ہو جائے تو اس صورت میں اسلام انھیں طلاق ہی کا موقع دیتا ہے۔ اب آیئے دیکھیں کہ طلاق کے شرعی احکام کیا ہیں۔

اسلام میں طلاق کا حکم:

اسلام ایک معتدل مذہب ہے، جس نے ہمیشہ انسان کی رعایت کی ہے اور اس نے ازدواجی زندگی کے لیے ایسا راہنما اصول متعین کیا ہے جس کے تحت میاں بیوی خوشگوار ماحول میں اپنی زندگی گزار سکتے ہیں، لیکن اگر ایسا ماحول پیدا ہو جائے کہ میاں بیوی میں کافی بگاڑ پیدا ہو جائے اور اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئے تو اس وقت اسلام نے بہترین انداز میں طلاق کا حکم دیا، لیکن طلاق کے دروازے کو مطلقاً اس طرح نہیں کھول دیا ہے کہ آدمی جب چاہے عورت کو اپنی ہوس کا نشانہ بنا کر ہمیشہ کے لیے جدا کر دے، جیسا کہ ترقی یافتہ ممالک میں ہوتا ہے اور نہ اس دروازے کو اس طرح بند کر دیا ہے کہ سنگین موقع پر بھی دونوں ایک دوسرے کو جدا نہ کر سکیں، جیسا کہ مسیحیوں اور ہندوؤں میں ہوتا ہے، بلکہ حالات اور ظروف کے پیشِ نظر طلاق کا حکم دیا ہے، مثلاً: اگر نقصان کا رفع بغیر طلاق ممکن نہیں ہے تو طلاق ضروری ہے، لیکن اگر طلاق میں کسی ایک فریق کا نقصان زیادہ اور فائدہ اس سے کم تو ایسی صورت میں طلاق حرام ہے۔

ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عورت کی بدخلقی کی شکایت کی تو

Marfat.com

آپ ﷺ نے اسے طلاق دینے کا حکم دیا۔ (ابوداؤد)

دوسرے مسئلے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو عورت بغیر کسی سبب کے طلاق کا سوال کرتی ہے تو اس پر جنت کی خوشبو حرام ہے۔''

کب طلاق ضروری ہے؟

جب میاں بیوی میں بگاڑ کی نوبت پیدا ہو جائے اور اصلاح کی کوئی صورت نظر نہ آئے، بلکہ طلاق ہی بگاڑ کا واحد حل ہو تو ایسی صورت میں طلاق ضروری ہو جاتی ہے، لیکن اگر عورت بد خلق ہے اور بدزبان ہے، اس کے برے سلوک کی وجہ سے ازدواجی زندگی متاثر ہوتی ہے، سمجھانے کے باوجود اپنی حالت نہیں سدھارتی ہے تو ایسی صورت میں طلاق جائز ہے۔ اسی طرح اگر عورت حقوق اللہ کے ادا کرنے میں کوتاہی کرتی ہے، مثلاً: نماز نہیں پڑھتی اور عفت پسند نہیں ہے۔ اصلاحی کوشش کے باوجود بھی سدھار پیدا نہیں کرتی ہے تو اس صورت میں بھی طلاق جائز ہے۔

سنی اور بدعی طلاق میں فرق:

اسلام نے طلاق کے لیے کچھ شروط متعین کیے ہیں، جن کی رعایت ضروری ہے، مثلاً:

پہلی شرط: شوہر اپنی بیوی کو ایک طلاق رجعی دے، اس میں شوہر کو حق حاصل ہے کہ وہ عدت کے اندر اپنی مطلقہ بیوی کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لے لے۔ یہ عدت تین مہینے کی مدت ہے۔ اتنی لمبی مدت اس لیے ہے، تاکہ دونوں صحیح طرح غور و فکر کر لیں، ممکن ہے کہ شیطان نے وجدانی کیفیت پیدا کی ہو اور جذبات میں آ کر شوہر نے طلاق دے دی، پھر اس لمبی مدت میں دونوں غلطی پر نادم ہوں اور ازدواجی زندگی دوبارہ عود کر آئے، لیکن اگر

Marfat.com

عدت کی مدت ختم ہوگئی اور شوہر نے رجوع نہیں کیا تو اب اس کو ہمیشہ کے لیے جدا کر دے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ وَ لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا﴾

[البقرة: ٢٢٨]

"اور مطلقہ عورتیں اپنے آپ کو تین طہر تک انتظار کریں، ان کے لیے حلال نہیں ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے ان کے رحموں میں پیدا کیا ہے اس کو چھپائیں، اگر وہ اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہیں اور ان کے شوہر (اس مدت میں) ان کے لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں اگر انھوں نے اصلاح کا ارادہ کر لیا ہے۔"

دوسری شرط: شوہر اپنی بیوی کو حیض کی مدت میں طلاق دے نہ اس طہر میں طلاق دے جس میں اس نے جماع کیا ہے، بلکہ اس کو ایسے طہر میں طلاق دے جس میں جماع نہیں کیا، کیوں کہ سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی عورت کو حیض میں طلاق دے دی تھی، پھر سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوئے اور فرمایا:

((مُرْهُ فَلْيُرَاجِعْهَا، ثُمَّ يُمْسِكْهَا حَتّٰى تَطْهُرَ، فَإِنْ بَدَا لَهُ أَنْ يُطَلِّقَهَا فَلْيُطَلِّقْهَا قَبْلَ أَنْ يَمَسَّهَا، فَتِلْكَ الْعِدَّةُ الَّتِي أَمَرَ اللّٰهُ تَعَالىٰ أَنْ يُطَلَّقَ لَهَا النِّسَاءُ)) [1]

"اس کو حکم دو کہ وہ لوٹا لے، پھر پاک ہونے تک اس کو روکے رکھے، پھر

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٠٢٢) صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٧٢٦)

Marfat.com

اگر وہ طلاق دینا چاہے تو چھونے سے پہلے طلاق دے دے، یہی وہ مدت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو طلاق دینے کا حکم دیا ہے۔''

طلاق دیتے وقت ان مذکورہ دونوں شرطوں کی رعایت ضروری ہے، تاکہ طلاق اسلامی اصول اور قوانین کے مطابق ہو۔ اگر اسلامی اصول اور قوانین کے علاوہ طلاق دی ہے تو وہ طلاق بدعی ہوگی، کیوں کہ وہ اسلامی منہج کے خلاف ہے اور تمام فقہا کے نزدیک یہ عمل حرام ہے، ایسا کرنے والا گناہ گار ہوگا، مگر یہ طلاق بھی واقع ہو جائے گی۔ جمہور علما کی یہی رائے ہے اور محققین علما کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ یہ طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسے ابن علیہ، عبداللہ بن عمر، سعید بن مسیّب، طاؤس، خلاس بن عمر، ابو قلابہ تابعی، ظاہریہ، احمد بن حنبل کا ایک قول، ابن تیمیہ، ابن حزم، ابن القیم رضی اللہ عنہم اجمعین وغیرہ ہیں، ان کے دلائل، آثار اور اقوالِ صحابہ ہیں، اس رائے کی بنیاد پر وہ طلاق جو اسلامی اصول کے خلاف ہو وہ واقع نہیں ہوگی، لہٰذا مندرجہ ذیل صورتوں میں طلاق واقع نہیں ہوگی:

① ایامِ حیض میں طلاق نہیں واقع ہوگی۔

② ایامِ نفاس میں طلاق نہیں واقع ہوگی۔

③ ایسا طہر جس میں عورت کے ساتھ جماع کیا ہے، اگر اس طہر میں طلاق دی ہے تو نہیں واقع ہوگی۔

④ تین، چار مرتبہ طلاق کہنے سے صرف ایک طلاق واقع ہوگی، لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تو اس سے صرف ایک ہی طلاق واقع ہوگی۔ ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی تھیں، جب نبی کریم ﷺ کو اس کی خبر ملی تو آپ سخت

Marfat.com

ناراض ہوئے اور فرمایا:

((أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ))[1]

''کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیلا جا رہا ہے، حالاں کہ میں ابھی تمھارے درمیان موجود ہوں؟''

طلاق کی اقسام:

طلاق کی دو قسمیں ہیں:

(۱) طلاقِ رجعی (۲) طلاقِ بائن۔

(۱) طلاقِ رجعی: وہ طلاق ہے جس میں شوہر کو رجوع کا حق حاصل ہوتا ہے، چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو اور وہ تین سے کم ہوتا ہے، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْۤا اِصْلَاحًا﴾

[البقرة: ۲۲۸]

''اگر انھوں نے اصلاح کا ارادہ کر لیا ہے تو ان کے شوہر عدت میں ان کو لوٹانے کے زیادہ حق دار ہیں''۔

مطلقہ رجعیہ کے لیے عدت کے ایام میں نان اور نفقہ مرد کے ذمے ہے۔ اگر وہ رجوع کرنا چاہتا ہے تو کہے کہ میں نے تجھ سے رجوع کر لیا ہے یا عملاً جماع وغیرہ شروع کر دے، لیکن اگر شوہر نے عدت کے اندر رجوع نہیں کیا اور عدت ختم ہوگئی تو عورت بائن ہو جائے گی اور اس کا نان و نفقہ بھی ختم ہو جائے گا۔ اب اگر اسے دوبارہ اپنی زوجیت میں لانا چاہتا ہے تو عورت سے اجازت لے گا اور نئی شادی کرے گا اور نئے مہر کے ساتھ اسے اپنے عقد میں لائے گا۔

(۲) طلاقِ بائن: اس میں طلاق دینے والے کو رجوع کا اختیار نہیں رہتا، البتہ

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (۴۳۰۱)

Marfat.com

نئے مہر اور نئی شرائط کے ساتھ دوبارہ نکاح کر سکتا ہے۔عورت کی مرضی ہے چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔

مندرجہ ذیل صورتوں میں طلاقِ بائن واقع ہو جاتی ہے:

① مرد نے طلاقِ رجعی دی ہے اور عدت کے اندر رجوع نہیں کیا ہے تو عدت گزر جانے سے طلاق بائن ہو جاتی ہے۔

② مرد نے مال وصول کر کے خلع کی صورت میں طلاق دی ہے۔

③ اگر ان کے مابین دونوں کے منصفوں نے طلاق دلائی ہے، کیوں کہ وہ محسوس کرتے ہیں کہ طلاق کے بغیر ان کے درمیان مصالحت کی کوئی صورت نہیں ہے۔

④ دخول سے پہلے طلاق دے دی ہے تو صرف وقوعِ طلاق سے عورت بائن ہو جائے گی اس لیے مجامعت سے پہلے عورت پر عدت نہیں ہے۔ اس قسم کی طلاق کو طلاقِ بائن بیونت صغریٰ کہتے ہیں، لیکن اگر شوہر نے تین طلاقیں تین طہروں میں دی ہیں تو عورت بائن ہو جائے گی، اس صورت میں شوہر اس عورت سے دوبارہ تجدیدِ نکاح نہیں کر سکتا اِلا یہ کہ وہ عورت دوسرے شوہر سے شادی کرے، پھر اگر شوہر دوسرا کبھی اپنی مرضی سے طلاق دے دے تو پہلا شوہر اس سے شادی کر سکتا ہے ورنہ نہیں، اس طلاق کا نام طلاقِ بائن بیونت کبریٰ ہے۔

ایک مجلس کی تین طلاقوں کا حکم:

مرد اپنی بیوی کو ایک ہی لفظ میں تین طلاقیں دے دے یا ایک مجلس میں تین طلاقیں دے کہ تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے تجھے طلاق ہے۔

Marfat.com

فقہائے امت کا اجماع ہے کہ اس طرح طلاق دینا حرام ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کو خبر دی گئی کہ ایک شخص نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللّٰهِ وَ أَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ))[1]

''کیا اللہ کی کتاب کے ساتھ کھیل کھیلا جا رہا ہے، حالاں کہ میں ابھی تمھارے درمیان موجود ہوں''۔

پھر بھی ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق واقع ہو گی، اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ، ابو بکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ابتدائی دور میں ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک ہی طلاق مانی جاتی تھیں۔

نیز مسند احمد (۱/۲۶۵) میں ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی کو ایک مجلس میں تین طلاقیں دے دی تھیں، لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے ایک قرار دے کر رجوع کا اختیار دے دیا تھا۔ چنانچہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے رجوع کر لیا تھا۔ فتح الباری شرح بخاری میں ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے، البتہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو بیک وقت تین طلاقیں دینے سے روکنے کے لیے تعزیری طور پر تین طلاق واقع ہونے کا حکم صادر فرمایا تھا جیسا کہ ان کے لفظ: ((إن الناس استعجلوا في أمر كانت لهم فيه أناة فلو أمضيناه عليهم فأمضاه عليهم))[2] سے واضح ہے، نیز آیت مبارکہ ﴿ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ﴾ سے یہ بھی واضح ہے کہ ایک مجلس کی تین طلاقیں ایک مرتبہ میں واقع کردہ، لہٰذا اس کے بعد امساک ہو سکے گا۔[3]

---

[1] سنن النسائي، رقم الحديث (٣٤٠١)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٧٤٦)

[3] دیکھو ''اسلامی طرزِ زندگی'' کے صفحہ (578) پر مولانا محمد رفیق اثری کا حاشیہ۔

Marfat.com

ایک مجلس کی تین طلاقوں سے ایک ہی طلاق واقع ہو گی۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾

[البقرۃ: ۲۳]

''طلاق دو مرتبہ ہے پھر یا بھلائی کے ساتھ اس کو روکے رکھنا ہے یا سگالی کے ساتھ اس کو چھوڑ دینا ہے۔'' پھر اس کے بعد فرمایا:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾

[البقرۃ: ۲۳۰]

''پھر اگر اس کو (تیسری بار) طلاق دے دی ہے تو یہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہو گی، یہاں تک کہ دوسرے آدمی سے شادی کر لے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح انداز میں بتا دیا ہے کہ طلاق ایک مرتبہ سے واقع نہیں ہوتی، بلکہ اس کے چند مراحل ہیں۔ پہلی مرتبہ جب طلاق دے گا تو اسے اختیار حاصل ہو گا، چاہے تو بھلائی کے ساتھ اس کو اپنی زوجیت میں لے لے یا بھلائی کے ساتھ اس کو چھوڑ دے، پھر جب دوسری مرتبہ طلاق دے گا تو اس مرتبہ بھی پہلی ہی کی طرح اختیار حاصل ہو گا، جب تیسری مرتبہ طلاق دے گا تو اس بار بیونت کبریٰ واقع ہو جائے گی، یعنی اس کی بیوی اس کے لیے حرام ہو جائے گی اور اس کی زوجیت سے نکل جائے گی۔

یہ ربانی قانون اتنا عظیم اور اعلیٰ قانون ہے کہ اس کی کوئی نظیر نہیں، اس قانون میں رب العالمین نے دونوں کو سوچنے سمجھنے کا کافی موقع فراہم کیا ہے، تاکہ یہ مقدس رشتہ شیطانی فریب میں پڑ کر ہمیشہ کے لیے ختم نہ ہو جائے، لیکن اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ ایک مجلس میں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور اس سے بیونت کبریٰ حاصل ہو جاتا ہے تو پھر یہ قانون ربانی قانون سے زبردست انداز میں متعارض ہوتا

Marfat.com

ہے اور اس میں دونوں کو سمجھنے اور سوچنے کا ذرا بھی موقع نہیں ملتا، پھر ایک ہی مرتبہ سے پیار اور محبت کا پاکیزہ رشتہ ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے سے جدا ہو جائے گا۔

نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ”طلاقیں دو مرتبہ ہیں۔“ یہ فرما کر یہ اشارہ دیا ہے کہ طلاقیں یکے بعد دیگرے ہیں اور جو قانون یکے بعد دیگرے ہو، اس میں انسان اپنی مرضی سے ایک ہی مرتبہ کا مالک کیسے بن سکتا ہے۔

پھر اس میں اور لعان میں فرق ہی کیا رہ جائے گا؟ کیا کوئی عقل مند یہ تسلیم کر سکتا ہے کہ شارع نے بندے سے یہ مطالبہ کیا ہے کہ وہ نماز کے بعد ۳۳،۳۳ مرتبہ اپنے رب کی تسبیح بیان کرے، لہٰذا اگر وہ بجائے ۳۳،۳۳ مرتبہ کہنے کے ایک ہی مرتبہ کہے: سبحان اللہ ۳۳ مرتبہ تو اس کا کہنا ۳۳ مرتبہ کہنا ہو جائے گا؟ ہرگز نہیں، بلکہ اس کو ۳۳ مرتبہ ذکر کرنا ہوگا۔ اسی طرح طلاق کا مسئلہ بھی ہے، اس کو بھی تین بار یکے بعد دیگرے دینا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ طلاق کے شروع میں فرمایا ہے:

﴿یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَاَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللّٰهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوْهُنَّ مِنْ بُیُوْتِهِنَّ وَلَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَیِّنَةٍ وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَمَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰهَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِكَ اَمْرًا ۝ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ﴾ [الطلاق: ۱، ۲]

”اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت میں طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو جو تمھارا رب ہے، تم انھیں ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ ہی وہ خود نکلیں،

Marfat.com

مگر وہ کوئی فحش کام کر ڈالیں، یہ اللہ تعالیٰ کے قوانین ہیں اور جو شخص بھی قانونِ الٰہی سے تجاوز کرے گا تو یقیناً اس نے اپنے اوپر بہت بڑا ظلم کیا ہے۔ اسے نہیں معلوم کہ شاید اللہ تعالیٰ اس کے بعد کوئی نیا معاملہ پیدا کر دے، پھر جب وہ اپنے وقت کو پہنچ جائیں تو یا انھیں بھلائی کے ساتھ روک لو یا بھلائی سے جدا کر دو۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''شاید کوئی نیا معاملہ پیدا ہو جائے۔'' اور دونوں میں مصالحت کی کوئی صورت نکل آئے، مگر جب ایک مجلس کی تین طلاق تین مان کر عورت کو جدا کر دیں گے اور بیونت کبریٰ اس پر واقع ہو جائے گی تو پھر کوئی نئی صورت کیسے پیدا ہو سکتی ہے اور کیوں کر کوئی مصالحت کی نئی راہ نکلنے کی امید رکھی جا سکتی ہے؟

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں اور خلافتِ عمر رضی اللہ عنہ کے دو سال تک تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کے اس معاملے میں جلد بازی کی وجہ سے مصلحتاً تین کو تین قرار دے دیا تھا۔[1]

اس حدیث کی روشنی میں بھی تین طلاق ایک ہی طلاق مانی جائے گی، کیوں کہ عہدِ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے دو سال تک تین طلاق ایک ہی مانی جاتی تھی۔ بعد میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مصلحتاً ایسا کر دیا تھا تو وہ عارضی اور وقتی تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا فعل ان کا اجتہاد تھا، کتاب اور سنت کے کسی قول پر عمل نہیں تھا، لیکن بھلائی اور عافیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں ہے نہ کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اتباع میں۔

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۳۷۴۶)

Marfat.com

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رکانہ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی مجلس میں اپنی بیوی کو تین طلاق دے دی، اس کے بعد وہ سخت نادم اور غمگین ہوئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے سوال کیا کہ تم نے کس طرح طلاق دی ہے؟ تو انھوں نے جواب دیا: تین، پھر آپ نے سوال کیا، ایک ہی مجلس میں؟ انھوں نے جواب دیا: جی ہاں، اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ ایک ہی طلاق ہے، اگر تم چاہو تو انھیں لوٹا لو، تو انھوں نے رجوع کر لیا۔ (ابو داود، مسند احمد)

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ شریعت نے متعین انداز میں طلاق کی اجازت دی ہے، لہٰذا جس نے اس قانون کی مخالفت کی، اس نے شریعت اور قانونِ الٰہی کی مخالفت کی اور حقیقت تو یہ ہے کہ طلاق ممنوع ہے، انتہائی سنگین حالات میں اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے اور وہ بھی متعین عدد کے ساتھ نہ کہ جتنا چاہو طلاق دیتے جاؤ نیز یہ قرآن کے بیان کردہ قانون اور ضابطے کے مطابق مشروع ہے، لہٰذا جو طریقہ غیر مشروع ہے، وہ ممنوع بھی ہے اور ممنوع چیز باطل ہے، لہٰذا یہ بھی باطل ہے۔[1]

اس میں کوئی شک نہیں کہ شوہر کبھی انتہائی جذبات اور غصے میں آ جاتا ہے اور غصے میں آ کر غیر شعوری طور پر اپنی بیوی کو تین طلاق دے دیتا ہے، بعد میں وہ اپنی حرکت پر انتہائی نادم اور شرمندہ ہوتا ہے اور مصالحت کی کوشش بھی کرتا ہے، لیکن تین طلاق کو تین ماننے کی صورت میں اس کے پاس مصالحت کی کوئی صورت ہی نہیں باقی رہتی، بلکہ بیوی ہمیشہ کے لیے جدا ہو جاتی ہے اور اگر قانونِ الٰہی پر عمل کیا جائے اور قرآن کے متعین کردہ حدود اور قوانین کی پاسداری کی جائے تو ایک مجلس کی تین طلاق ایک ہی طلاق ہو گی اور مصالحت کی نئی راہ نکلے گی، پھر دوبارہ اپنی اپنی غلطیوں سے تائب ہو کر رشتۂ ازدواجیت میں آ جائیں گے۔

---

[1] الدليل الفقهي للمرأة المسلمة: (ص: 257)

Marfat.com

مطلقہ ثلاثہ اپنے پہلے شوہر کے لیے کس طرح حلال ہو سکتی ہے؟

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ فَاِمْسَاكٌ بِمَعْرُوْفٍ اَوْتَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ﴾

[البقرة: ٢٢٩]

''طلاق دو مرتبہ ہے، پھر یا تو بھلائی کے ساتھ روکے رکھنا ہے یا بھلائی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔''

اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ طلاق دو مرتبہ ہے، اس میں شوہر کو رجوع کرنے کا پورا پورا حق حاصل ہے، لیکن اگر وہ نہیں لوٹاتا ہے بلکہ وہ مطلقہ ہو جاتی ہے تو اب عورت کے لیے جائز ہے جس سے چاہے شادی کرے، شاید کہ دوسرے شوہر سے اس کی زندگی بہترین طرح سے گزر جائے۔

﴿وَ اِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ﴾ [النساء: ١٣]

''اور اگر دونوں جدا ہو جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ہر ایک کو اپنی کشادگی سے بے پروا کر دیتا ہے۔''

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَاۤ اَنْ يَّتَرَاجَعَاۤ اِنْ ظَنَّاۤ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ وَ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ﴾

[البقرة: ٢٣٠]

''پھر اگر اس عورت کو (تیسری بار) طلاق دے دی ہے تو اب اس کے بعد وہ عورت اس کے لیے حلال نہیں ہے جب تک وہ اس کے علاوہ کسی دوسرے خاوند سے شادی نہ کر لے، پھر اگر (دوسرا خاوند

Marfat.com

بھی) اس کو طلاق دے دے تو ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کہ پھر باہم مل جائیں، اگر انھیں یقین ہے کہ دونوں اللہ کے احکام کو قائم رکھیں گے یہ اللہ کے حدود اور قوانین ہیں اس کو ایسی قوم کے لیے بیان فرماتا ہے جو جانتے ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا ہے کہ جب اس نے عورت کو تین مرتبہ طلاق دے دی اور بیونت کبریٰ واقع ہو گیا تو اب یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حرام ہو گئی ہے۔ اب عورت کے لیے بہتر ہے کہ دوسرے شوہر سے شادی کرے، تاکہ اس کی زندگی عافیت کے ساتھ گزر جائے، لیکن اگر دوسرے شوہر نے بھی کسی سبب سے اس کو طلاق دے دی یا اس کا انتقال ہو گیا تو اب ایسی صورت میں وہ اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہو جائے گی اور پہلے شوہر سے شادی رچا سکتی ہے۔

یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ ﴿حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ میں نکاح سے مراد جماع ہے نہ کہ مجرد عقد، لہٰذا دوسرے شوہر نے اس سے مروجہ حلالہ کی نیت سے شادی نہ کی ہو، بلکہ صحیح نیت سے شادی کی ہو، تاکہ اس کے ساتھ زندگی مکمل ہو جائے، لیکن اگر اس سے بھی اختلافات ہو جائیں اور وہ طلاق دے دے تو پھر وہ پہلے شوہر کے لیے حلال ہے۔

مجبوری کی طلاق:

میاں بیوی دونوں اچھی طرح محبت کے ساتھ زندگی گزار رہے ہیں، دونوں میں کوئی نا اتفاقی بھی نہیں ہے، لیکن بسا اوقات شوہر کا باپ کسی ذاتی عناد کی وجہ سے اس کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دے، وہ بھی باپ کے مجبور کرنے کی وجہ سے طلاق دے دیتا ہے تو آیا یہ طلاق واقع ہوتی ہے یا نہیں؟

Marfat.com

تو اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ طلاق نہیں واقع ہوتی، اس لیے نبی کریم ﷺ کی حدیث ہے:

«رُفِعَ عَنْ أُمَّتِي الخَطَأُ وَالنِّسْيَانُ وَمَا اسْتُكْرِهُوا عَلَيْهِ» [1]

''اٹھا لیا گیا ہے میری امت سے خطا اور بھول چوک اور جس پر اس کو مجبور کر دیا گیا ہے۔''

دوسری حدیث ہے:

«لَا طَلَاقَ فِي إِغْلَاقٍ» [2] ''مجبوری میں طلاق نہیں ہے۔''

✿✿✿✿✿✿✿

---

[1] صحيح الجامع (٣٥١٥)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢١٩٣)

Marfat.com

خلع کے احکام

خلع کی تعریف:

جس طرح اسلام نے شوہر کو طلاق کا حق دیا ہے، اسی طرح بیوی کو بھی حق دیا ہے کہ اگر شوہر کو ناپسند کرتی ہے تو اس سے حقِ زوجیت ختم کر کے چھٹکارا حاصل کر لے، بشرطیکہ شوہر کا دیا ہوا مال واپس کر دے، اس کا نام اسلامی شریعت میں ''خلع'' ہے۔

خلع کا حکم:

اگر شرطیں پوری ہیں تو خلع جائز ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْئًا اِلَّآ اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ﴾ [البقرة: ۲۲۹]

''اور تمھارے لیے حلال نہیں ہے کہ تم نے انھیں جو دیا ہے اس میں سے کچھ بھی لو، ہاں یہ اور بات ہے کہ دونوں کو اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکنے کا خوف ہو، اس لیے اگر تمھیں ڈر ہو کہ یہ دونوں اللہ کی حدیں قائم نہ رکھ سکیں گے تو عورت چھٹکارا پانے کے لیے جو کچھ دے ڈالے، اس میں دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔''

صحیح روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی جو

Marfat.com

اپنے خاوند کے بارے میں کہہ رہی تھیں کہ ''میں اس کی عادت اور دین کے بارے میں کوئی اعتراض نہیں کرتی ہوں، لیکن اسلام میں نافرمانی کو صحیح نہیں سمجھتی۔'' کے جواب میں فرمایا تھا: ''کیا تو اس کا باغ واپس کر دے گی؟'' اس نے کہا: ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ثابت! باغ لے لو اور اس کو ایک طلاق دے دو۔''[1]

خلعے کے جواز کی شروط:

١. ناپسندیدگی کا اظہار عورت کی طرف سے ہو، اگر مرد ناپسند کرتا ہے تو معاوضہ لینا جائز نہیں ہے، بلکہ اس پر صبر کرنا چاہیے اور اگر برداشت سے باہر ہے تو طلاق دے دے۔

٢. عورت اس وقت تک ''خلعے'' کا مطالبہ نہ کرے، جب تک کراہت اس حد تک نہ پہنچ جائے کہ پھر وہ حقوقِ زوجیت میں اللہ کے حدود کی پابندی نہیں کر سکے گی۔

٣. مرد اگر جان بوجھ کر عورت کو تنگ کر رہا ہے کہ وہ خلع پر مجبور ہو جائے تو اس سے معاوضہ لینا حرام ہے اور وہ اللہ کی نافرمانی کا مرتکب ہے۔

خلعے کے احکام:

١. بہتر یہ ہے کہ دیے ہوئے مہر سے زیادہ وصول نہ کیا جائے، جیسا کہ ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ نے خلعے کے عوض میں رسول اللہ ﷺ کے حکم سے صرف باغ لیا تھا، جو انھوں نے مہر میں دیا تھا۔

٢. خلعے کی عدت ایک حیض ہے، تاکہ استبرائے رحم ثابت ہو جائے، اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ایک ماہواری

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٧١)

Marfat.com

عدت کا حکم دیا تھا۔

۳ خلع کرنے والا عدت کے اندر رجوع کا مالک نہیں ہے، اس لیے کہ محض ''خلع'' سے عورت بائن ہوگئی ہے، البتہ اگر عورت راضی ہو جاتی ہے تو عدت کے اندر اس سے جدید نکاح کیا جا سکتا ہے۔

خلع فسخِ نکاح ہے یا طلاق؟

آیا خلع فسخ ہے یا طلاق؟ اس سلسلے میں علما کا اختلاف ہے۔ جمہور علما کی رائے ہے کہ خلع طلاقِ بائن ہے، کیوں کہ رسول اللہ ﷺ نے ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کو یہی حکم دیا تھا کہ ''تم باغ لے کر اس کو ایک طلاق دے دو۔''

محققین علما کی رائے یہ ہے کہ خلع فسخ ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے جب طلاق کا ذکر کیا تو فرمایا: ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ ''طلاق دو مرتبہ ہے۔'' اس کے بعد فدیے کا ذکر کیا، پھر فرمایا: ﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ اگر شوہر نے اس کو طلاق دے دی تو یہ عورت کے لیے حلال نہیں ہے، یہاں تک کہ وہ دوسرے آدمی سے شادی کر لے تو اگر فدیے کا شمار طلاق میں ہوتا ہے تو ایسی صورت میں چار طلاق ہو جائے گی، حالاں کہ یہ غلط ہے، طلاق صرف تین ہی مرتبہ ہے، اس لیے خلع فسخ ہے، طلاق نہیں۔

اب جن کی رائے یہ ہے کہ خلع فسخ ہے، طلاق نہیں، ان کے نزدیک اگر کسی نے اپنی عورت کو طلاق دے دی ہے پھر اس سے خلع کر لیا پھر خلع کے بعد اگر وہ عورت سے شادی کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے، عورت کو دوسرے شوہر سے شادی کرنا ضروری نہیں ہے، اس لیے کہ شوہر نے صرف دو ہی طلاق دی تھی اور عورت کو دوسرے شوہر سے شادی کرنے کی ضرورت تیسری طلاق کے بعد ہوتی

Marfat.com

ہے اور خلع لغو ہو جائے گا۔

جن کی رائے یہ ہے کہ خلع طلاق ہے، ان کے نزدیک بیوی کو لوٹانا جائز نہیں ہے، بلکہ جب تک وہ عورت دوسرے شوہر سے شادی نہ کر لے اور دوسرا شوہر اپنی مرضی سے اس کو طلاق نہ دے دے، اس وقت تک وہ عورت پہلے شوہر کے لیے جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس نے دو طلاق دی تھی اور خلعے کو شمار کر کے تین طلاق ہو گئی اور تیسری طلاق کے بعد بیوی جب تک دوسرے شوہر سے شادی نہ کر لے، پھر دوسرا شوہر اپنی مرضی سے اسے طلاق نہ دے دے، یہ عورت پہلے شوہر کے لیے حلال نہیں ہوگی۔ واللہ أعلم بالصواب.

Marfat.com

ایلا کے احکام

اِیلا کا لغوی مفہوم:

اِیلا کے معنی قسم کھانے کے ہیں۔

اِیلا کا اصطلاحی مفہوم:

شوہر اگر قسم کھالے کہ میں اپنی بیوی سے اتنی مدت تک تعلق نہیں رکھوں گا تو اس کا نام ''ایلا'' ہے اور اگر شوہر نے چار مہینے سے زیادہ مدت کی قسم کھائی ہے یا غیر معین مدت کی قسم کھائی ہے تو ایسی صورت میں اس کو صرف چار مہینے انتظار کرنا ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَ اِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ﴾ [البقرة: ٢٢٦، ٢٢٧]

''جو لوگ اپنی بیویوں سے (تعلق نہ رکھنے کی) قسمیں کھائیں، ان کے لیے چار مہینے کی مدت ہے، پھر اگر وہ لوٹ آئیں تو اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر انھوں نے طلاق کا عزم کر لیا ہے تو اللہ تعالیٰ سننے والا جاننے والا ہے۔''

چار مہینے کی مدت گزر جانے کے بعد یا تو اس کو لوٹا لے یا اسے طلاق دے دے، البتہ اسے چار مہینے سے زیادہ معلق رکھنے کی اجازت نہیں ہے، مدت

Marfat.com

گزر جانے کے بعد اگر اس نے لوٹا لیا ہے تو اس پر کفارہ قسم واجب ہو گا اور دس مسکینوں کو کھانا کھلانا یا ان کو کپڑے پہنانا یا ایک گردن آزاد کرنا۔ اگر ان میں سے کسی کی طاقت نہیں ہے تو تین دن کا روزہ رکھے گا۔ اگر شوہر نہ تو اسے لوٹاتا ہے اور نہ ہی طلاق دیتا ہے تو ایسی صورت میں حاکمِ وقت دونوں میں سے کسی ایک کے اختیار پر مجبور کرے گا، تاکہ عورت پر ظلم نہ ہو۔

Marfat.com

لعان کے احکام

لعان کی تعریف:

مرد نے اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگایا، اس کے حمل کا انکار کر دیا اور معاملہ عدالت کے سامنے ہوا تو شوہر سے اس کے دعوے پر گواہ طلب کیے جائیں گے۔ اگر وہ چار گواہ نہ پیش کر سکا تو مندرجہ ذیل الفاظ سے چار بار حلفیہ بیان دے گا:

''اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے زنا کرتے دیکھا ہے یا یہ حمل میرا نہیں ہے اور پانچویں بار کہے گا: اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔''

اس کے بعد اگر عورت جرم کا اقرار کر لیتی ہے تو حد نافذ کی جائے گی اور اگر انکار کرتی ہے تو اس سے بھی انہی الفاظ کے ساتھ چار مرتبہ حلفیہ بیان لیا جائے گا:

''اللہ کی قسم میں گواہی دیتی ہوں کہ وہ زنا کے الزام میں جھوٹا ہے یا حمل کا انکار کرنے میں وہ جھوٹا ہے اور پانچویں مرتبہ کہے گی: اگر وہ سچا ہے تو مجھ پر اللہ کا غضب ہو۔''

اس کے بعد حاکم ان دونوں میں تفریق کرا دے گا اور پھر یہ کبھی اکٹھے نہیں رہ سکیں گے۔ اسے لعان اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں دونوں اپنے آپ کو جھوٹا ہونے کی صورت میں لعنت کا مستحق قرار دیتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ اَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهُمْ شُهَدَاءُ اِلَّآ اَنْفُسُهُمْ

Marfat.com

فَشَهَادَةُ اَحَدِهِمْ اَرْبَعُ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةُ اَنَّ لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كَانَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَيَدْرَؤُا عَنْهَا الْعَذَابَ اَنْ تَشْهَدَ اَرْبَعَ شَهٰدٰتٍۭ بِاللّٰهِ اِنَّهٗ لَمِنَ الْكٰذِبِيْنَ ۝ وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَا اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [النور: ٦-٩]

''اور جو لوگ اپنی بیویوں پر بدکاری کی تہمت لگائیں اور ان کا کوئی گواہ بجز خود ان کی ذات کے نہ ہو تو ایسے لوگوں میں سے ہر ایک کا ثبوت یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ وہ سچوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹوں میں سے ہو۔ اور اس عورت سے سزا اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ یقیناً اس کا مرد جھوٹ بولنے والوں میں سے ہے اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب ہو، اگر اس کا خاوند سچوں میں سے ہو۔''

رسول اللہ ﷺ نے عویمر عجلانی اور اس کی بیوی کے درمیان لعان کرایا تھا اور اسی طرح ہلال بن امیہ اور اس کی بیوی کے درمیان بھی لعان ہوا تھا۔ حدیث میں ہے:

((اَلْمُتَلاعِنَانِ إِذَا تَفَرَّقَا لَا یَجْتَمِعَانِ أَبَداً))[1]

''دو لعان کرنے والے جب جدا ہو جائیں تو وہ کبھی اکٹھا نہیں ہو سکیں گے۔''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٢٥٠)

Marfat.com

لعان کے احکام:

١ لعان کی وجہ سے شوہر سے حد قذف ساقط ہو جاتی ہے، اگر لعان نہ کرتا تو اس پر حد واجب ہو جاتی۔

٢ اگر عورت لعان نہ کرتی تو اس پر حدِ زنا واجب ہو جاتی، لیکن لعان کی وجہ سے حد ساقط ہو گئی۔

٣ لعان کی وجہ سے میاں بیوی میں تفریق واجب ہے۔

٤ لڑکے کا نسب اس شوہر سے ختم ہو جائے گا۔

٥ دونوں ہمیشہ کے لیے ایک دوسرے کے لیے حرام ہو جائیں گے۔

Marfat.com

عدت کے احکام

عدت کی تعریف:

شوہر سے طلاق کے بعد جتنی مدت عورت انتظار کرتی ہے، اس کا نام عدت ہے۔ اس مدت میں نہ تو شادی کر سکتی ہے، نہ بناؤ سنگھار اور نہ شوہر کا گھر چھوڑے گی اور نہ خود اس کو شوہر گھر سے نکالے گا، بلکہ اس مدت میں شوہر پر اس کا نان اور نفقہ فرض ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَاأَيُّهَا النَّبِيُّ إِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوهُنَّ لِعِدَّتِهِنَّ وَأَحْصُوا الْعِدَّةَ وَاتَّقُوا اللَّهَ رَبَّكُمْ لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا يَخْرُجْنَ إِلَّآ أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ﴾ [الطلاق: ١]

"اے نبی! جب تم عورتوں کو طلاق دو تو انھیں ان کی عدت (طہر) میں طلاق دو اور عدت کو شمار کرو اور اللہ سے ڈرو جو تمھارا رب ہے تم انھیں ان کے گھروں سے نکالو اور نہ وہ خود نکلیں، مگر یہ کہ وہ کھلم کھلا فحش کام کر بیٹھیں۔"

عدت کا حکم:

عورت پر شوہر کے گھر عدت گزارنا فرض ہے، بلکہ اس مدت میں اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو یہ عورت وارث ہوگی، اسی طرح اگر عورت کا انتقال ہو جائے تو مرد اس کا وارث ہوگا، جب عدت ختم ہو جائے تو دونوں ایک دوسرے کے لیے اجنبی ہو جائیں گے۔

Marfat.com

عدت مشروع ہونے کی حکمت:

عدت مشروع ہونے میں بڑی عظیم حکمتیں پوشیدہ ہیں، مثلاً:

① طلاقِ رجعی کی صورت میں شوہر کو اپنی بیوی کو دوبارہ اپنی زوجیت میں لانے کا موقع مل سکے گا۔

② اس مدت میں رحم (بچہ دانی) کے صاف اور خالی ہونے کا علم ہو جائے گا اور حمل والی ہے تو بھی علم ہو جائے گا، تاکہ نسب میں اختلاط نہ ہو۔

③ وفات کی عدت کی صورت میں عورت اپنے شوہر کے ساتھ وفاداری کا اظہار کرے گی اور اس کے خاوند کے ساتھ مواسات میں شریک سمجھی جائے گی۔

عدت کی اقسام:

1 وہ مطلقہ عورت جس کے ساتھ ابھی شوہر نے مجامعت نہیں کی، اس کی کوئی عدت نہیں، بلکہ وہ طلاق ہی کے وقت مطلقہ ہوگئی ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿ثُمَّ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ فَمَا لَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عِدَّةٍ تَعْتَدُّوْنَهَا﴾ [الأحزاب: ٤٩]

"پھر تم نے انھیں مجامعت سے پہلے طلاق دے دی ہے، ان پر کوئی عدت نہیں ہے جس کو تم شمار کرو گے۔"

2 وہ مطلقہ عورت جس کے ساتھ شوہر نے مجامعت کی ہے، اس کی عدت تین ماہواری ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ الْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ﴾ [البقرة: ٢٢٨]

"اور مطلقہ عورتیں تین ماہواری تک انتظار کریں۔"

Marfat.com

۳ جس عورت کو بڑھاپے کی وجہ سے یا صغرسنی کی وجہ سے ماہواری نہیں آتی ہے تو اس کی طلاق کی عدت تین ماہ ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالّٰٓئِىْ يَئِسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآئِكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ وَّالّٰٓئِىْ لَمْ يَحِضْنَ﴾ [الطلاق: ٤]

''تمھاری وہ عورتیں جو حیض سے مایوس ہو گئی ہیں، اگر تمھیں شک ہے تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور ان کی بھی جنھیں ابھی ماہواری نہیں آئی ہے۔''

۴ جس عورت کا شوہر انتقال کر جائے، اس کی عدت چار مہینے دس دن ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّ عَشْرًا﴾ [البقرة: ٢٣٤]

''اور جو تم میں سے فوت ہو جائیں اور بیویاں چھوڑ جائیں تو وہ (بیویاں) چار مہینے دس دن تک انتظار کریں گی۔''

۵ حمل والی مطلقہ عورت کی عدت وضعِ حمل ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ﴾ [الطلاق: ٤]

''اور حمل والی عورتوں کی مدت وضعِ حمل ہے۔''

اسی طرح ایسی حاملہ عورت کی عدت جس کا شوہر وفات پا گیا ہے، اس کی عدت بھی وضعِ حمل ہے۔

۶ جس عورت کا شوہر غائب ہو جائے اور اس کی زندگی اور موت کا کوئی علم نہ ہو تو انقطاعِ خبر سے چار سال تک انتظار کرے، پھر چار ماہ دس دن مزید عدت شمار کرے۔

Marfat.com

حضانت (پرورش) کے احکام

حضانت کی تعریف:

چھوٹے بچے کو بلوغت کی عمر پہنچنے تک اپنے پاس رکھنا، اس کی پرورش اور دیکھ بھال کرنا، حضانت کہلاتا ہے۔ چھوٹے بچوں کی جسمانی نشوونما، عقل اور دین کے تحفظ کے لیے یہ بے حد ضروری ہے۔

حضانت کس پر واجب ہے؟

حضانت کے حقدار پہلے اس کے ماں باپ ہیں، اگر وہ موجود نہیں ہیں تو سب سے زیادہ قریبی رشتہ دار ہیں، اگر کوئی بھی نہیں ہے تو اس وقت عام مسلمانوں کا فریضہ ہے۔

حضانت میں کس کا حق زیادہ ہے؟

حضانت کی زیادہ حق دار اس کی ماں ہے، کیوں کہ بچہ اس عمر میں دوسرے شخص کی بہ نسبت اپنی ماں کا زیادہ محتاج ہوتا ہے۔ سنن ابو داود کی روایت ہے کہ ایک عورت رسول اللہ ﷺ کے پاس آئی اور اس نے شکایت کی کہ اس کا شوہر اس کے بچے کو لینا چاہتا ہے تو آپ ﷺ نے حکم دیا:

((أَنْتِ أَحَقُّ بِهِ مَا لَمْ تَنْكِحِي))[1]

”جب تک تو نکاح نہ کر لے، اس کی زیادہ حق دار ہے۔“

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٢٧٦)

Marfat.com

اگر ماں موجود نہ ہو تو نانی حق دار ہے، اگر وہ بھی نہیں ہے تو خالہ، اس لیے کہ نانی بھی ماں سمجھی جاتی ہے اور خالہ بھی ماں کے قائم مقام ہے۔ اسی طرح دادی، بہن، پھوپھی بھی حضانت کی حق دار ہو سکتی ہیں، بشرطیکہ مذکورہ افراد نہ ہوں۔

حضانت کی مدت:

اگر بچہ ہے تو اس کی مدتِ حضانت بلوغت ہے اور اگر بچی ہے تو اس کی مدت حیض آنے تک ہے۔ اس کے بعد دونوں کو اختیار دیا جائے گا کہ ماں باپ میں سے جس کے پاس رہنا چاہیں رہیں۔ اگر دونوں کے پاس رہنا چاہیں تو دونوں کے پاس رہ سکتے ہیں اور اگر بچے دونوں میں سے کسی کو اختیار نہ کریں اور دونوں لینے کا مطالبہ کرتے ہوں تو ان کے مابین قرعہ اندازی کی جائے گی۔

حضانت کی اجرت:

دودھ پلانے والی عورت کی اجرت اور بچے کا پورا خرچ اس کے باپ پر ہے، البتہ اجرت لیتے وقت باپ کی مالی حالت کی رعایت ضروری ہے، اتنا زیادہ نہ مانگ بیٹھے کہ باپ ادا نہ کر سکے اور اگر نہیں لینا چاہتی تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن لینا اس کا حق ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِنْ أَرْضَعْنَ لَكُمْ فَآتُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ﴾ [الطلاق: ٦]

”اگر وہ تمھارے لیے دودھ پلاتی ہیں تو انھیں ان کی مزدوری دو۔“

Marfat.com

نفقات کے احکام

نفقہ کی تعریف:

نفقہ اس طعام اور رہائش اور لباس کو کہتے ہیں جو کسی مستحق کو دینا ضروری ہوتا ہے۔

نفقہ کن لوگوں پر اور کن لوگوں کے لیے ضروری ہوتا ہے؟

چھے قسم کے لوگ نفقہ کے مستحق ہوتے ہیں:

١ بیوی کا نفقہ اس کے شوہر پر واجب ہے، جب کہ وہ اس کے نکاح میں ہو یا طلاقِ رجعی کی عدت میں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''عورتوں کا حق تمھارے اوپر یہ ہے کہ لباس اور طعام میں ان کے ساتھ اچھا رویہ اپناؤ۔''

٢ مطلقہ بائن اگر حاملہ ہے تو ایامِ عدت کا نفقہ اس کے شوہر پر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ﴾

[الطلاق: ٦]

''اگر حمل والیاں ہیں تو وضع حمل تک ان کے لیے خرچ کرو۔''

٣ والدین کا نفقہ اولاد پر ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا﴾ [البقرة: ٨٣]

''اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔''

٤ چھوٹی اولاد کا خرچ اس کے باپ کے ذمے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

Marfat.com

﴿وَ ارْزُقُوْهُمْ فِيْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾

[النساء: ٥]

''اور اپنی اولاد کو غذا اور لباس مہیا کرو اور ان کے لیے اچھی بات کہو۔''

⑤ خادم کا خرچ اس کے مالک پر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''غلام کے لیے طعام اور لباس رواج کے مطابق ہے اور اس سے اتنا کام بھی نہ لیا جائے جو وہ برداشت نہ کرے۔''[1]

⑥ جانوروں کی ذمے داری ان کے مالکوں کے اوپر ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک عورت بلی کی وجہ سے جہنم میں گئی، اس نے اسے باندھ رکھا تھا اور وہ مرگئی، نہ اسے کھانا دیا اور نہ اسے چھوڑا کہ کہیں جا کر زمین کے جانوروں کو کھا کر گزارہ کرتی ہو۔''[2]

نفقہ کی واجب مقدار:

نفقہ میں غذا اتنی دی جائے کہ زندگی قائم رہ سکے اور ایسا لباس جو سردی اور گرمی سے محفوظ رکھ سکے اور ایسی رہایش جو رہنے کے لیے کافی ہو، البتہ مرد کو زیادہ مجبور نہیں کرنا چاہیے، بلکہ اس کی مالی حالت کی رعایت ضروری ہے۔

نفقہ کب ساقط ہوتا ہے؟

① مطلقہ رجعیہ کی عدت ختم ہو جائے تو خاوند پر نفقہ نہیں ہے، اس لیے کہ عدت پوری ہونے سے مرد سے وہ جدا ہو گئی۔

② مطلقہ حاملہ کو وضع حمل ہو جائے تو نفقہ ساقط ہو جاتا ہے، البتہ اگر وہ بچے کو دودھ پلاتی ہے تو اجرت ضروری ہے۔

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٤٠٣)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٣٦٥)

Marfat.com

(۳) ماں باپ غنی ہو جائیں یا ان کی اولاد محتاج ہو جائے اور یومیہ روزی کے قابل نہ ہوں تو ماں باپ کا خرچ ساقط ہو جائے گا، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ انسان کو اس کی طاقت کے مطابق مکلّف کرتا ہے۔

(۴) لڑکا بالغ ہو جائے یا لڑکی شادی شدہ ہو جائے تو باپ پر خرچ نہیں ہے اِلا یہ کہ لڑکا مجبور ہو۔

Marfat.com

وراثت کے احکام

وراثت کا حکم:

مسلمان کا، خواہ مرد ہو یا عورت، ایک دوسرے کا وارث ہونا کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا﴾ [النساء: ۷]

''جو مال ماں باپ اور رشتے دار چھوڑ جائیں، تھوڑا ہو یا زیادہ، اس میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی، یہ اللہ کا مقرر کیا ہوا حصہ ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((أَلْحِقُوا الْفَرَائِضَ بِأَهْلِهَا فَمَا بَقِيَ فَلِأَوْلىٰ رَجُلٍ ذَكَرٍ)) [1]

''مقررہ حصے ان کے مستحقوں کو دو اور جو باقی بچے وہ قریب ترین مرد کے لیے ہے۔''

وارث خواتین:

تین قسم کی عورتیں وارث ہوتی ہیں:

1. بیوی۔
2. آزاد کرنے والی۔
3. قرابت دار

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٦٧٣٦) صحيح مسلم، رقم الحديث (٤٢٢٦)

Marfat.com

اس کی تین قسمیں ہیں:

① اصول: یعنی ماں، دادی اور نانی۔

② فروع: یعنی بیٹی، پوتی اور نیچے تک۔

③ حاشیہ قریبہ: بہن مطلقہ حاشیہ قریبہ ہے۔

ماں کے حالات:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لِاَبَوَیۡهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنۡ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنۡ کَانَ لَهٗۤ اِخۡوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾ [النساء: ۱۱]

''اور میت کے ماں باپ میں سے ہر ایک کے لیے اس کے چھوڑے ہوئے مال میں سے چھٹا حصہ ہے اگر اس (میت) کی اولاد ہو اور اگر اولاد نہ ہو اور ماں باپ اس کے وارث ہوتے ہوں تو اس کی ماں کے لیے تیسرا حصہ ہے ہاں اگر میت کے کئی بھائی ہوں تو پھر اس کی ماں کا چھٹا حصہ ہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوا کہ ماں کی تین حالتیں ہیں:

◇ ۱ دو صورتوں میں اس کو سدس (1/6) ملے گا۔

① اگر مرنے والے نے ایک لڑکا یا لڑکی چھوڑا ہے یا ایک پوتا یا پوتی چھوڑی ہے تو اس صورت میں ماں کو چھٹا حصہ ملے گا، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَ لِاَبَوَیۡهِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنۡ کَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنۡ

Marfat.com

كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾ [النساء: ١١]

② ماں کے ساتھ میت کے دو یا دو سے زیادہ حقیقی یا پدری یا مادری بھائی بہنیں شریک ہوں تو اس صورت میں بھی اس کو چھٹا حصہ ملے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ﴾ [النساء: ١١]

۲ اگر میت نے کوئی لڑکا یا لڑکی نہیں چھوڑا ہے اور نہ اس کے دو یا دو سے زیادہ بھائی بہنیں ہیں تو اس صورت میں ماں کو پورے مال کا ثلث (1/3) ملے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ [النساء: ١١]

۳ ماں کو باقی مال کا ثلث ملے گا، یعنی کل ترکے کے ثلث (1/3) کے بجائے باقی کا ثلث۔ اس کی دو صورتیں ہیں:

① ایک عورت انتقال کر گئی اور اپنے پیچھے صرف خاوند، باپ اور ماں کو چھوڑ گئی تو اس کا مسئلہ چھے سے بنے گا اور نصف یعنی تین خاوند کے لیے اور باقی نصف میں سے ماں کے لیے تہائی، یعنی ایک ہوگا جب کہ باقی دو عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو مل جائیں گے۔

② ایک شخص مر گیا اور اپنے پیچھے صرف بیوی، ماں اور باپ کو چھوڑ گیا تو اس کا مسئلہ چار سے بنے گا، جس میں سے چوتھائی (1/4) یعنی ایک بیوی اور باقی میں سے ایک تہائی (1/3) ماں کے لیے اور وہ ایک ہے اور باقی دو عصبہ ہونے کی وجہ سے باپ کو مل جائیں گے۔

چونکہ ان دونوں صورتوں میں ماں کو کل ترکے کا ثلث نہیں ملتا ہے، بلکہ باقی

Marfat.com

کا ثلث ملتا ہے اور یہی فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کیا تھا، اس لیے یہ دونوں مسئلے عمریہ کے نام سے مشہور ہیں۔ ان دونوں صورتوں کی دلیل یہ ہے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ﴾ [النساء: ١١]

اگر اس کا کوئی لڑکا نہ ہو اور اس کے وارث ماں باپ ہوں تو ماں کے لیے ثلث مراد ہے، اگر یہ مراد نہیں ہے تو پھر "ورثه ابواه" کا کوئی مطلب ہی نہیں ہوگا، لہٰذا آیت کا مطلب بچے ہوئے مال کا ثلث ہے۔[1]

بیٹی کے حالات:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْۤ اَوْلَادِكُمْ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ﴾ [النساء: ١١]

"اور اللہ تعالیٰ تمھیں تمھاری اولاد کے بارے میں حکم کرتا ہے کہ ایک لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے برابر ہے اور اگر صرف لڑکیاں ہوں اور دو سے زیادہ ہوں تو انھیں مال متروکہ کا دو تہائی ملے گا اور اگر ایک ہے تو آدھا ہے۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بچیوں کے تین حالات بیان کیے ہیں:

① بیٹی اکیلی ہو اور ورثا میں سے اس کے ساتھ اس کا ایک یا ایک سے زیادہ بھائی بہنیں نہ ہوں تو اس صورت میں اس کو نصف یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

---

[1] فتاویٰ المرأة المسلمة (ص: ٢٠٥)

Marfat.com

﴿وَ اِنۡ کَانَتۡ وَاحِدَۃً فَلَهَا النِّصۡفُ﴾ [النساء: ۱۱]

''اور اگر ایک ہے تو اس کو آدھا ہے۔''

② اگر دو یا دو سے زیادہ بیٹیاں ہیں اور اس کے ساتھ اس کا کوئی دوسرا بھائی یعنی میت کا بیٹا نہیں ہے تو اس صورت میں ان بیٹیوں کے لیے دو ثلث (2/3) ہوگا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنۡ کُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَیۡنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ﴾ [النساء: ۱۱]

③ اگر بیٹی کے ساتھ اس کا بھائی بھی ہے، چاہے بھائی ایک ہو یا زیادہ، اسی طرح بیٹی ایک ہو یا زیادہ، اس صورت میں بیٹی عصبہ بنے گی اور تقسیم میں ایک مرد دو عورتوں کے برابر کے قاعدے سے حصہ پائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ﴾ [النساء: ۱۱]

''مرد کا حصہ دو عورتوں کے حصے کے برابر ہے۔''

بیوی کی حالت:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّکُمۡ وَلَدٌ فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ تُوۡصُوۡنَ بِهَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ﴾ [النساء: ۱۲]

اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیوی کی دو حالتیں ہیں:

① مرنے والے شوہر کی کوئی اولاد نہیں ہے اور نہ اولاد کی اولاد ہے، بلکہ بیوی تنہا ہے تو وہ ربع (1/4) کی مستحق ہوگی۔ اگر ایک سے زیادہ بیویاں ہوں تو سب اسی میں شریک ہوں گی، اس لیے کہ آیت عام ہے۔

② جب شوہر کی اولاد یا اولاد کی اولاد، برابر ہے کہ وہ مرد ہوں یا عورت تو اس

Marfat.com

صورت میں بیوی کو ثمن (1/8) ملے گا۔ اگر کئی بیویاں ہیں تو سب ثمن میں برابر شریک ہوں گی، یعنی اس ثمن کو آپس میں تقسیم کر لیں گی۔

جدّہ (نانی یا دادی) کے حالات:

نانی یا دادی کی تین حالتیں ہیں:

① دادی یا نانی کو سدس (1/6) ملے گا اور اگر دونوں بیک وقت موجود ہوں، یعنی نانی بھی اور دادی بھی تو دونوں سدس میں شریک ہوں گی اور یہ حصہ دونوں میں تقسیم ہو جائے گا۔

② مندرجہ ذیل صورتوں میں، دادی یا نانی کو کچھ حصہ نہیں ملے گا:

① اگر دادا موجود ہو تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا۔

② اگر ماں موجود ہو تو دادی یا نانی کو کچھ نہیں ملے گا۔

③ اگر باپ موجود ہو تو دادی کو کچھ نہیں ملے گا۔

③ نانی کی موجودگی میں نانی کی ماں کو کچھ نہیں ملے گا اور نہ دادا کی ماں کو کچھ ملے گا۔

حقیقی بہن کے حالات:

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّ لَهٗ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَ اِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾

[النساء: ١٧٦]

Marfat.com

”وہ لوگ تجھ سے فتویٰ پوچھتے ہیں، کہہ دے کہ اللہ تعالیٰ خود تمھیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے، اگر کوئی ایسا شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کا چھوڑے ہوئے مال کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو، پس اگر بہنیں دو ہوں تو انھیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا اور اگر کئی شخص اس ناتے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لیے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔“

پدری بہن کے حالات:

پدری بہن کے چھے حالات ہیں:

① اگر پدری بہن اکیلی ہے اور اس کے ساتھ میت کا بھائی، بیٹا، باپ اور پوتا نہ ہو تو وہ اس صورت میں نصف یعنی آدھے حصے کی مستحق ہوگی۔

② اگر دو یا دو سے زیادہ پدری بہنیں موجود ہوں اور ان کے ساتھ میت کا باپ یا حقیقی یا پدری بھائی موجود نہ ہو تو اس صورت میں انھیں دو ثلث (2/3) حصہ ملے گا۔

③ اگر پدری بہن کے ساتھ پدری بھائی بھی موجود ہے تو بہن عصبہ بنے گی اور تقسیم میں ایک مرد دو عورتوں کے برابر کے قاعدے کے مطابق حصے دار بنے گی۔

④ اگر پدری بہن کے ساتھ، خواہ یہ ایک ہو یا زیادہ، میت کی لڑکی، پوتی موجود ہے تو اس صورت میں لڑکی اور پوتی اپنا اپنا حصہ لے لیں گے، باقی جو بچے گا وہ اس پدری بہن کو ملے گا۔

⑤ اگر پدری بہن کے ساتھ ایک حقیقی بہن موجود ہے اور اس کے ساتھ پدری بھائی، ماں، دادا، بیٹا، یا پوتا نہ ہو تو اس صورت میں اس کو سدس (1/6) ملے گا۔

Marfat.com

۶ مندرجہ ذیل صورتوں میں اس کو کچھ نہیں ملے گا:

۱ بیٹے یا باپ کی موجودگی میں یہ محروم رہے گی۔

۲ حقیقی بھائی کی موجودگی میں یہ محروم رہے گی۔

۳ اگر حقیقی بہن ہے اور اس کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی بھی ہے تو یہ محروم رہے گی۔

۴ اگر اس کی دو حقیقی بہنیں موجود ہیں تو یہ وارث نہیں ہوگی، البتہ اگر اس کے ساتھ اس کا بھائی موجود ہو تو یہ عصبہ شمار ہوگی اور تقسیم میں ایک مرد دو عورتوں کے برابر کے قاعدہ کے مطابق حصے دار بنے گی۔

حقیقی بہن کے پانچ حالات ہیں:

۱ اگر حقیقی بہن کے ساتھ میت کا کوئی لڑکا، پوتا، یا باپ نہ ہو، بلکہ وہ تنہا ہو تو اس کو نصف، یعنی آدھا حصہ ملے گا۔

۲ اگر دو بہنیں ہیں یا دو سے زیادہ ہیں بشرطیکہ میت کا باپ، حقیقی بھائی، لڑکا یا پوتا نہ ہو تو اس وقت دو ثلث (2/3) کی مستحق ہوں گی۔

۳ اگر حقیقی بہن کے ساتھ حقیقی بھائی بھی موجود ہے، بھائی ایک ہے یا زیادہ تو اس صورت میں وہ عصبہ بنے گی اور تقسیم میں ایک مرد دو عورتوں کے برابر کے قاعدے کے مطابق حصے دار بنے گی، اس لیے کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَاۗءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ﴾

[النساء: ۱۷۶]

"اور اگر کئی شخص اس ناتے کے ہیں مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لیے دو عورتوں کے مثل حصہ ہے۔"

Marfat.com

④ اگر ایک یا ایک سے زیادہ حقیقی بہنیں ہیں اور ان کے ساتھ بیٹی، یا پوتی بھی ہے تو اس صورت میں بیٹی اور پوتی کا حصہ نکالنے کے بعد جو کچھ بچے گا، وہ بہن کا ہو گا۔

ہزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ایک بیٹی، پوتی اور بہن کے بارے میں فیصلہ صادر فرمایا تو بہن کو نصف (آدھا) دیا، پوتی کو سدس یعنی چھٹا حصہ اور باقی بہن کو۔'' یہ روایت ابو داود ترمذی میں موجود ہے۔[1]

⑤ اگر بہن کے ساتھ میت کا لڑکا، پوتا یا باپ وغیرہ موجود ہوں تو بہن محروم ہو گی۔

مادری بہن کے حالات:

مادری بہن کے تین حالات ہیں:

① اگر مادری بہن اکیلی ہے اس کے ساتھ کوئی دوسری بہن یا بھائی نہ ہو اور نہ میت کا باپ، دادا، بیٹا پوتا ہی موجود ہے تو اس وقت اس کو چھٹواں (1/6) حصہ ملے گا۔

② اگر دو یا دو سے زیادہ مادری بہنیں ہیں یا ان کے ساتھ مادری بھائی ہو بشرطیکہ میت کا باپ، دادا، بیٹا پوتا نہ ہو تو اس صورت میں ثلث (1/3) ملے گا۔ یہی ثلث سب میں برابر برابر تقسیم کر دیا جائے گا۔

③ اگر مادری بہن کے ساتھ میت کا بیٹا یا پوتا موجود ہے یا باپ یا دادا موجود ہے تو اس صورت میں اس کو کچھ نہیں ملے گا۔

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٨٩٠) سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٠٩٣)

Marfat.com

میاں بیوی کے حقوق

انسانی زندگی میں سب سے اہم اور قیمتی ازدواجی زندگی ہے۔ یہ وہ زندگی ہے کہ اگر مستحکم اور پائیدار ہے تو دونوں زن اور شوہر اطمینان اور سکون اور فرح وانبساط کی زندگی گزاریں گے، مگر سوال یہ ہے کہ دونوں کی زندگی میں یہ استحکام اور پائیداری کب آئے گی؟ تو اس کا سیدھا جواب یہ ہے کہ جب دونوں آپس میں ایک دوسرے کے حقوق کا پاس اور لحاظ رکھیں گے۔ شریعتِ مطہرہ نے دونوں کے ایک دوسرے پر جو حقوق متعین کیے ہیں، انھیں حقوق کے دائرے میں رہ کر کشتیِ حیات کو جاری اور ساری رکھیں گے۔ آیئے دیکھیں کہ اسلام نے دونوں کے کیا حقوق متعین کیے ہیں؟

شوہر پر بیوی کے حقوق:

شوہر پر بیوی کے بہت سے حقوق ہیں، جن کو ادا کرنا اس پر لازم ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ﴾ [البقرة: ٢٢٨]

''اس دستور کے مطابق عورتوں کے حقوق ہیں جس طرح ان پر حقوق ہیں۔''

دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَیْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَلَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَیِّقُوْا عَلَیْهِنَّ﴾ [الطلاق: ٦]

Marfat.com

''اور ان کو اسی جگہ رکھو جہاں تم خود رہتے ہو، جس قدر تمھیں میسر ہو اور انھیں تنگ کرنے کے لیے ان کو مت ستاؤ۔''

نیز فرمایا:

﴿لِيُنفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا﴾ [الطلاق: ۷]

''خوش حال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے اور جن کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اسی مال میں سے خرچ کرے جو اللہ نے اسے دیا ہے، اللہ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ اسے مکلّف نہیں کرتا، ممکن ہے اللہ تعالیٰ تنگ دستی کے بعد خوشحالی پیدا کر دے۔''

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ پوری صراحت کے ساتھ اس بات کو واضح کرتی ہیں کہ بیوی کا نان ونفقہ، مسکن اور لباس وغیرہ سب شوہر کے ذمے ہیں، ہاں البتہ شوہر کی امیری اور غریبی کی رعایت ضروری ہے، جس قدر اس کی مالی اور اقتصادی حالت اجازت دے گی، اسی کے مطابق وہ خرچ کرے گا۔ ایک شخص نے سوال کیا کہ مرد پر عورت کے کیا حقوق ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''جب کھانا کھائے تو اسے بھی کھلائے، لباس پہنے تو اسے بھی پہنائے اور اس کے چہرے پر نہ مارا جائے اور نہ اسے بددعا دی جائے اور نہ اسے اپنے گھر کے علاوہ کسی دوسرے کے گھر میں چھوڑا جائے۔''[1]

اس کا صنفی حق مکمل طرح ادا کیا جائے، اگر کئی بیویاں ہیں تو ان کے

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢١٤٢) سنن النسائي، رقم الحديث (٢٨٩) سنن ابن ماجه، رقم الحديث (١٨٥٠)

Marfat.com

درمیان عدل سے کام لیا جائے، اسی طرح نئی بیوی اگر کنواری ہے تو اس کے پاس سات دن رہے اور اگر بیوہ ہے تو تین دن، پھر سب میں برابر برابر تقسیم کرے، نیز اگر بیوی کا کوئی رشتے دار بیمار ہو تو اسے بیمار پرسی کی اجازت دی جائے۔

بیوی پر شوہر کے حقوق:

① نیک کام میں بیوی شوہر کی بات مانے، البتہ اگر شوہر اللہ کی نافرمانی کا حکم دے تو ایسی صورت میں اس کی بات نہیں ماننا چاہیے، کیوں کہ اللہ کی نافرمانی میں شوہر کی اطاعت نہیں ہے، کیوں کہ صحیح روایت ہے کہ اللہ کی نافرمانی میں کسی مخلوق کی اطاعت جائز نہیں ہے۔

② اگر شوہر اسے ہم بستری کے لیے بلائے تو فوراً اس کے پاس جائے ورنہ وہ زبردست عتاب کی مستحق ہوگی۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

"جب شوہر اپنی بیوی کو ہم بستری کے لیے بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے اور شوہر ناراض ہو کر رات گزارے تو فرشتے صبح ہونے تک ایسی عورت پر لعنت بھیجتے ہیں۔"[1]

③ اگر شوہر موجود ہے تو بغیر اس کی اجازت کے نفلی روزے بھی نہ رکھے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ کوئی عورت اپنے شوہر کی موجودگی میں بغیر اس کی اجازت کے نفلی روزہ نہ رکھے۔[2] البتہ رمضان کے روزے رکھے گی۔

④ شوہر کے مال اور عزت اور آبرو کی حفاظت کرے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ شوہر اس کے پاس جو مال بطور امانت رکھتا ہے، اس کی وہ پوری حفاظت کرے، اس میں کسی قسم کی خیانت نہ ہونے دے، البتہ اگر وہ

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٦٣٧)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٢٤٦٠)

Marfat.com

صدقہ کرنا چاہتی ہے تو کر سکتی ہے، اس میں شوہر کی اجازت ضروری نہیں ہے، کیوں کہ یہ بے جا تصرف نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

"اگر بیوی اپنے مال میں سے اتنا صدقہ کرے، جو شوہر کے لیے تکلیف کا باعث نہ ہو تو عورت کو اس کا ثواب ملے گا اور شوہر کو بھی اتنا ہی ثواب ملے گا، کیوں کہ یہ مال اسی نے کمایا ہے۔"[1]

⑤ شوہر کی اجازت کے بغیر کسی دوسرے کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دے، کیوں کہ شوہر سے محبت کا تقاضا یہی ہے کہ شوہر جس بات کو ناپسند کرتا ہے وہ بھی اسے ناپسند کرے اور جس بات کو پسند کرتا ہے اسے وہ بھی پسند کرے۔

⑥ گھر کی ذمے داری کو بحسن و خوبی انجام دے، تاکہ کسی کو شکوے کا موقع نہ ملے۔

جماع کے آداب:

جماع کے بہت سے آداب ہیں:

1. بیوی سے اس انداز سے کھیل کود کرے کہ وہ جماع پر آمادہ ہو جائے۔
2. جماع کے وقت یہ دعا پڑھے:

((اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَ جَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا))[1]

"اے اللہ تو ہم کو شیطان سے دور رکھ اور جو کچھ تو ہمیں عطا کرے اس کو بھی شیطان سے دور رکھ۔"

3. حیض اور نفاس کے دنوں میں مجامعت حرام ہے، البتہ قبل کے علاوہ دوسری جگہ کھیل کود کر سکتا ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٣٥٩) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٠٢٤)

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٣٠٩٨)

Marfat.com

۴ دُبر میں جماع کرنا حرام ہے، اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

۵ عورت کی خواہش پوری کرنے سے پہلے الگ نہ ہو، اس سے عورت کو تکلیف ہوگی۔

۶ حمل سے بچنے کے لیے عزل نہ کرے، ہاں شدید ضرورت کے وقت عورت کی اجازت سے ایسا کرسکتا ہے۔

۷ حیض اور نفاس کی حالت میں عورت کے ساتھ سونا جائز ہے۔

Marfat.com

حدود کا بیان

حدود کی تعریف:

یہ وہ سزائیں ہیں جو شریعت کی جانب سے ہر اس شخص پر متعین کی گئی ہیں، جو کسی کی عزت اور آبرو پر حملہ کرتا ہے یا جائداد اور نفس پر حملہ کرتا ہے، جیسے تہمت، زنا، چوری اور شراب پینا وغیرہ۔

حدِ قذف (تہمت کی حد):

یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَأْتُوْا بِأَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ [النور: ٤،٥]

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر الزام لگائیں اور پھر چار گواہ نہ لائیں، ایسے لوگوں کو اسی (۸۰) کوڑے مارو اور ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو۔ اس لیے کہ یہ لوگ بدکار ہیں، مگر جو لوگ اس کے بعد توبہ کرلیں اور نیکی اختیار کریں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔''

حدِ قذف کی مقدار:

اس کی مقدار اسی (۸۰) کوڑے مارنا ہے، جیسا کہ اوپر آیت میں

Marfat.com

گزر چکا ہے۔

حدِ قذف کی شرائط:

کسی پر حد قذف نافذ کرنے کے لیے مندرجہ ذیل شرطوں کا لحاظ ضروری ہے:

1. قذف کرنے والا مسلمان عاقل بالغ ہو۔
2. جس پر الزام لگا ہے، وہ پاک دامن ہو، لوگوں میں اس کی گندی شہرت نہ ہو۔
3. الزام لگانے والا چار گواہ پیش نہ کر سکے۔

زنا کا حکم:

کفر و شرک اور قتل کے بعد یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔

زنا کی حد:

زانی مرد اور زانیہ عورت اگر غیر شادی شدہ ہیں تو انھیں سو سو کوڑے مارے جائیں گے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلزَّانِیَۃُ وَالزَّانِیْ فَاجْلِدُوْا کُلَّ وَاحِدٍ مِّنْھُمَا مِائَۃَ جَلْدَۃٍ﴾

[النور: ۲]

''زانیہ عورت اور زانی مرد کو سو سو کوڑے مارو۔''

اگر زانی مرد یا زانیہ عورت شادی شدہ ہیں تو انھیں سنگسار کیا جائے گا، جیسا کہ حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غامدیہ عورت کو اور ماعز کو رجم کرنے کا حکم دیا تھا۔ اسی طرح یہودی مرد اور عورت کو بھی رجم کا حکم دیا تھا۔

زانی پر حد قائم کرنے کی شرائط:

1. زانی مسلمان عاقل اور بالغ ہو اور یہ جرم اس نے اپنی مرضی سے کیا ہو، کسی جبر و اکراہ کی بنا پر نہیں۔

Marfat.com

۲ زنا کا جرم قطعی طور پر ثابت ہو یا اس نے خود جرم کا اعتراف کیا ہو یا چار عادل گواہ گواہی دیں۔

حد قائم کرنے کا طریقہ:

اس کا طریقہ یہ ہے کہ زمین میں گڑھا کھودا جائے، پھر زانی کو اس میں کھڑا کیا جائے اور سینے تک اسے دبا دیا جائے اور پھر پتھر مارے جائیں، یہاں تک کہ وہ مر جائے۔ یہ کارروائی مسلمانوں کی جماعت کے سامنے کی جائے۔ اس میں مرد و عورت کا حکم برابر ہے، البتہ عورت کے کپڑے باندھ دیے جائیں، تاکہ وہ ننگی نہ ہو سکے۔

چوری کی حد:

چوری بھی کبیرہ گناہوں میں سے ایک ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے چور کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿وَ السَّارِقُ وَ السَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ﴾ [المائدة: ۳۸]

''چور مرد اور عورت کے ہاتھ کاٹ دو، یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کے کام کی سزا ہے اور اللہ تعالیٰ غالب حکمت والا ہے۔''

ہاتھ کاٹنے کی شرطیں:

۱ چور مکلّف اور عاقل و بالغ ہو۔

۲ چوری کرنے والا مسروقہ مال کے مالک کا والد، بیٹا، خاوند، بیوی نہ ہو، اس لیے کہ ان سب کا اس میں حق ہے۔

۳ قیمت میں ربع دینار کے برابر ہو۔

Marfat.com

۴ مسروقہ مال میں چور کی ملکیت کا شبہہ نہ ہو۔

۴ مسروقہ مال محفوظ جگہ میں ہو اور قیمتی چیز ہو۔

چوری کس طرح ثابت ہو؟

چور چوری کا خود اعتراف کرے کہ اس نے چوری کی ہے یا دو عادل گواہ گواہی دیں کہ اس نے چوری کی ہے، شبہات کی بنیاد پر حد قائم نہیں کی جائے گی۔

البتہ اگر مال کسی غیر محفوظ جگہ رکھا ہے یا اس کی قیمت چوتھائی دینار سے کم ہے تو اس میں ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا، اس طرح اگر کہیں کھیت وغیرہ میں پھل کھا لیا تو اس میں بھی ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔

Marfat.com

عورت اور جہاد

جہاد کی فرضیت کتاب وسنت سے ثابت ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَ هُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ وَ عَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَ عَسٰى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾ [البقرة: ٢١٦]

''تمھارے اوپر جہاد فرض کیا گیا ہے اگرچہ وہ تمھیں دشوار معلوم ہو، ممکن ہے کسی چیز کو تم ناپسند کرو، حالاں کہ وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ممکن ہے کہ تم کسی چیز کو پسند کرو، حالاں کہ وہ تمھارے لیے بُری ہو، اللہ تعالیٰ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ہو۔''

نماز کے بعد سب سے بہترین عمل جہاد ہی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ اللہ کے نزدیک سب سے محبوب اور پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وقت پر نماز ادا کرنا۔'' سوال کیا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ماں باپ کی اطاعت اور فرمانبرداری۔'' سوال کیا: پھر کون سا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔''[1] جہاد ٦ ہجری میں فرض ہوا۔

جہاد کی شروط:

جہاد کے لیے مندرجہ ذیل شروط کا پایا جانا ضروری ہے:

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٠٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٨٥)

Marfat.com

مسلمان ہونا، عاقل اور بالغ ہونا، آزاد ہونا، مذکر یعنی مرد ہونا، صحت مند اور تندرست ہونا اور مصارف کا ہونا، چوں کہ جہاد کے لیے مرد ضروری ہے، اس لیے عورتوں پر علی الاطلاق جہاد فرض نہیں ہے، کیوں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا عورتوں پر جہاد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں پر ایسا جہاد ہے جس میں قتال نہیں ہے، یعنی حج اور عمرہ ہے۔[1]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جہاد میں جانے کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”تم عورتوں کا جہاد حج ہے۔“[2]

جہاد کا حکم:

جہاد فرضِ کفایہ ہے۔ اگر بعض افراد نے اس فریضے کو انجام دے دیا اور باقی لوگ نہیں گئے تو کوئی حرج نہیں ہے، لیکن اگر دشمن کلی طور پر مسلمانوں پر حملہ آور ہوں تو اس وقت ہر مسلمان مرد اور عورت، بچے، بوڑھے اور جوان، سب پر فرضِ عین ہو جاتا ہے، اس وقت شریک ہونے کے لیے نہ تو عورت کے لیے شوہر کی اجازت شرط ہے اور نہ بیٹا اپنے باپ سے اجازت لے گا، بلکہ یہ ہر ایک کی ذمے داری ہے اور ہر ایک اپنی ذمے داری کو نبھائے گا۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ﴾

[التوبة: ١٢٣]

”ایمان والو! تم قتال کرو ان کفار سے جو تمھارے قریب ہیں۔“

تاریخ سے یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں عورتیں جہاد میں شریک ہوتی تھیں۔ وہ مجاہدین کو پانی پلاتیں، زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں،

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٢٩٠١)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٢٠)

Marfat.com

ان کی مختلف انداز سے خدمت کرتیں، جیسا کہ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگِ احد کے موقع پر دیکھا کہ حضرت عائشہ اور امِ سلیم رضی اللہ عنہما دونوں آستین چڑھائے ہوئے ہیں اور دونوں اپنی اپنی پیٹھ پر گھڑا رکھ کر مجاہدین کو پانی پلاتی اور واپس آجاتی ہیں، پھر دوبارہ پانی بھر کر لے جاتی اور قوم کو سیراب کرتی ہیں۔[1]

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ غزوہ حنین کے موقع پر امِ سلیم رضی اللہ عنہا کو دیکھا، ان کے ساتھ ایک خنجر تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خنجر کے بارے میں سوال کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے اس لیے لیا ہے کہ اگر کوئی مشرک میرے قریب آیا تو اس کے پیٹ کو اسی سے پھاڑ دوں گی۔[2]

اس قسم کی بہت سی روایتیں ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ عورتیں جہاد میں شریک ہوسکتی ہیں، مگر چونکہ اس وقت جنگ کا طریقہ بدل چکا ہے، اسلحے بدل چکے ہیں، اس لیے ایسے موقعوں پر عورتوں کو وہ طریقہ اپنانا چاہیے جو اِن کی عفت و عصمت کی حفاظت کر سکے۔

کیا عورت قاضی بن سکتی ہے؟

عورت کے قاضی بننے کا مسئلہ قدیم فقہا کے درمیان مختلف فیہ ہے۔قبل اس کے کہ ہم علما کے نظریات معلوم کریں، آیئے دیکھیں کہ علمائے اصول نے قضا کے لیے کیا شروط متعین کیے ہیں؟ اگر وہ شروط عورت میں پائے جاتے ہیں تو یقیناً عورت قاضی بن سکتی ہے اور اگر وہ شروط نہیں پائے جاتے تو پھر وہ قاضی نہیں بن سکتی۔

قضا کی شروط:

اسلام، حریت، ذکور، تکلیف، عدالت، بصر، سمع، نطق، کتابت اور احکامِ شرعیہ کا

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٢٧٢٤)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٨٠٩)

Marfat.com

مکمل علم۔ مذکورہ بالا شروط میں قاضی کا مذکر یعنی مرد ہونا شرط ہے اور اگر مذکر نہیں تو وہ قاضی نہیں بن سکتا، اس لیے عورت قاضی نہیں بن سکتی۔ سید سابق کہتے ہیں:

”وقد اشترط الفقهاء في القاضي أن يبلغ درجة الاجتهاد، فيكون عالما بآيات الأحكام، وأحاديثها، عالما بأحوال السلف وما أجمعوا عليه، وما اختلفو فيه، و عالما باللغة و عالما بالقياس، وأن يكون مكلفا ذكرا عدلا سميعا بصيرا ناطقا“[1]

”فقہا نے قاضی کے لیے یہ شرط متعین کی ہے کہ وہ اجتہاد کے درجے کو پہنچا ہو، احکام کے متعلق آیات اور احادیث کا اچھی طرح ادراک رکھتا ہو، سلف کے اقوال کا عالم ہو نیز ان کے اجماعی مسائل اور اختلافی مسائل کا علم ہو، زبان کا ماہر ہو۔“ اس کے بعد کہتے ہیں:

”فلا يصلح قضاء المقلد و الكافر ولا الصغير ولا المجنون ولا الفاسق، ولا المرأة لحديث أبي بكرة: لن يفلح قوم ولوا أمرهم امرأة“

”لہٰذا مذکورہ شروط کی بنیاد پر مقلد، کافر، صغیر، مجنون، فاسق اور عورت کو قاضی بنانا صحیح نہیں ہوگا، اس لیے کہ حدیث ہے: ”وہ قوم کامیاب نہیں ہوگی جس نے اپنے معاملات کا مالک کسی عورت کو بنایا۔“

ڈاکٹر کمال محمد عیسیٰ کہتے ہیں:

”و الذكورة: فلأن القضاء يحتاج بكمال الرأي وتمام العقل والفطنة، وقد نبه الله تعالىٰ علىٰ ضلال المرأة ونسيانها فقال: ﴿أَنْ تَضِلَّ إِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ إِحْدٰهُمَا الْأُخْرٰى﴾ ولأن مجلس

[1] فقه السنة (٣/٣٩٦)

Marfat.com

القضاء يحضره الخصوم والرجال وتضطر إلى المحادثة والمخالطة، وربما كان في ذلك فتنة، ولأنه القوامة للرجل في الأسرة فأولى ثبوتها في القضاء. قال الله تعالىٰ: ﴿الرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ﴾[1] ثم فعل الرسول وخلفاؤه أكبر شاهد و دليل"

''مرد کا ہونا اس لیے ضروری ہے کہ قضا کے لیے کمال رائے اور معاملات کی تہہ تک پہنچنے والی پختہ عقل کی ضرورت ہے اور اللہ نے تنبیہ کی ہے کہ عورت کے اندر نسیان کا مادہ زیادہ ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ایک بھول جائے تو اس کو دوسری عورت یاد دلائے اور اس لیے کہ عدالت میں صاحبِ معاملہ کے علاوہ مختلف قسم کے لوگ جمع ہوتے ہیں، وہاں عورت بحث و مباحثہ کے لیے مجبور ہو جائے گی اور یہ بسا اوقات فتنے کا سبب بھی ہو سکتا ہے اور اس لیے کہ قوامیت آدمی کو حاصل ہے، لہٰذا قضا میں بدرجہ اولیٰ آدمی کا ہونا ضروری ہے، جیسا کہ ارشاد ہے: ''آدمی عورتوں پر قوام ہیں۔'' پھر رسول اللہ ﷺ کا عمل خلفائے راشدین کا عمل سب سے بڑی دلیل اور حجت ہے۔''

قاضی شہاب الدین ابن ابی الام نے کہا:

"الذكورة شرط من الشرائط التي يجب أن تعتد به في صفات القاضي"[2]

''قاضی کے لیے مرد کا ہونا شرط ہے۔'' اس کے بعد فرماتے ہیں:

"ونص على أن المرأة ليست من أهل القضاء، وإذا وليت

---

[1] قضية وقضائه في رحاب الإسلام (ص: ٨٢)

[2] أدب القضاء (ص: ١٩٨)

Marfat.com

القضاء لم تنعقد ولايتها ولا أحكامها"[1]

''نصوص سے یہ بات متعین ہو چکی ہے کہ عورت کو قضا کا حق حاصل نہیں ہے اور اگر وہ قاضی بنا دی جائے تو اس کا حکم نہیں منعقد ہو گا اور نہ اس کی ولایت ہی صحیح ہو گی۔''

قرآن و سنت کی نصوص کی بنیاد پر محققین اور جمہور علمائے کرام کی رائے ہے کہ عورت قاضی نہیں بن سکتی ہے۔ ثبوت کے طور پر ہم مزید دلائل پیش کرتے ہیں۔ مثلاً ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ﴾ [النساء: ٣٤]

''آدمی عورتوں پر قوام ہیں۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں پر مردوں کو قوام بنایا ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جو صلاحیت مرد کے اندر ہے، اگر وہی صلاحیت عورت کے اندر ہوتی تو مرد کو یہ فضیلت حاصل نہ ہوتی، لہٰذا اگر عورت کو قاضی بنا دیا جائے تو یہ ایک ایسا قوام ہے جو نص قرآنی کے خلاف ہے اور یہ صحیح ہے۔ رہی حدیث تو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَنْ يُّفْلِحَ قَوْمٌ وَلَّوْا أَمْرَهُمْ إِمْرَأَةً))[2]

''وہ قوم کبھی کامیاب نہیں ہو گی جس نے اپنے معاملات کا حاکم کسی عورت کو بنایا۔''

اس روایت میں صراحتاً عورت کو قاضی بنانے کی نفی موجود ہے اور اگر یہ مسئلہ صحیح ہوتا تو رسول اللہ ﷺ یا صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانے میں اس کی مثال ضرور ملتی، حالاں کہ اس طرح کی کوئی مثال نہ آپ کے زمانے میں اور نہ صحابہ کرام کے

[1] أدب القضاء (ص: ١٩٨)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤١٦٣)

Marfat.com

زمانے میں موجود ہے، لہٰذا آپ ﷺ کا عمل ہمارے لیے بہترین نمونہ ہے۔

امام ماوردی کہتے ہیں:

"لأن الأنوثة تنقص عن كمال الولايات وقبول الشهادات"[1]

"اس لیے کہ عورت قبولِ شہادات اور کمالِ ولایات میں ناقص ہے۔"

علامہ ابنِ قدامہ کہتے ہیں:

"لأن القاضي يحضر محافل الخصوم والرجال، ويحتاج فيه إلى كمال الرأي، وتمام العقل والفطنة، والمرأة ناقصة العقل، قليلة الرأي، ليست أهلا للحضور فى محافل الرجال، ولا تقبل شهادتها، ولو كان معها الف امرأة مثلها ما لم يكن معهن رجل، وقد نبه الله تعالىٰ على ضلالهن ونسيانهن، بقوله: ﴿اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰهُمَا الْاُخْرٰى﴾ ولا تصلح لإمامة العظمىٰ، ولا لتولية البلدان، ولهٰذا لم يول النبيﷺ ولا أحد من خلفائه ولا من بعدهم امرأة قضاء، ولا ولاية بلد فيما بلغنا، ولو جاز ذلك لم يخل منه جميع الزمان غالباً"[2]

"چونکہ قاضی خصومات اور آدمیوں کی مجلسوں میں جاتا ہے اور وہاں پختہ رائے اور پختہ عقل و فراست کی ضرورت ہوتی ہے اور عورت ناقص العقل ہے، رائے میں کم زور ہے، آدمیوں کی محفلوں میں حاضری دینے کی صلاحیت نہیں رکھتی اور بغیر آدمی کے تنہا عورت کی گواہی بھی مقبول نہیں ہے، چاہے ساتھ میں ہزار عورتیں ہوں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ

---

[1] الأحكام السلطانية للماوردي (ص: ٦٥) الأحكام السلطانية لأبي يعلى (ص: ٤٤)

[2] المغني (٩/ ٣٩، ٤٠) أدب القضاء (ص: ٢٠٠)

Marfat.com

نے خبر دار کیا ہے کہ ان کے اندر نسیان کا مادہ پایا جاتا ہے: ”اگر ان میں سے کوئی ایک بھول جائے تو دوسری عورت اس کو یاد دلائے۔“
یہ امامتِ عظمیٰ کے قابل بھی نہیں ہے اور نہ کسی شہر کی حاکم بن سکتی ہے، اس لیے نہ تو نبی کریم ﷺ نے اور نہ آپ ﷺ کے خلفا میں سے کسی نے اور نہ ہی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے کسی نے عورت کو قاضی بنایا اور نہ کسی عورت کو کسی شہر کی ولایت سونپی اور اگر یہ جائز ہوتا ہے تو اس کی مثال کسی زمانے میں ضرور پائی جاتی۔“

کچھ لوگ ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ عورت قاضی بن سکتی ہے، مگر ان کے پاس ٹھوس دلیل نہیں ہے اور نہ ان کا کوئی اعتبار ہے۔ صحیح رائے جمہور کی ہے۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ جب عورت مفتی بن سکتی ہے تو قاضی بھی بن سکتی ہے اور حدیث ”لَن يُّفلِحَ ......“ کی یہ تاویل کرتے ہیں کہ حدیث ولایتِ عظمیٰ کے ساتھ خاص ہے، جیسے ملک کا خلیفہ، بادشاہ، وزیرِ اعظم وغیرہ ہوتے ہیں۔

تیسرے مذہب کی دلیل:

اس مذہب کی دلیل بھی وہی ہے جو دوسرے مذہب کی ہے، فرق یہ ہے کہ یہ لوگ حدود اور قصاص کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے اور کہتے ہیں کہ قضا کا مسئلہ شہادت کی مانند ہے، چونکہ عورت کی شہادت حدود اور قصاص میں صحیح نہیں ہے، اس لیے ان مسائل میں وہ قاضی بھی نہیں بن سکتی ہے۔

بہرحال دلائل کی بنیاد پر جمہور علما کی رائے زیادہ صحیح ہے، کیوں کہ عورت کی طبیعت اور اس کی فطرت اس کے منافی ہے۔ واللہ أعلم بالصواب.

Marfat.com

عورت کی زیب وزینت کے احکام

زینت کا مفہوم:

زینت بہت عام لفظ ہے اور ہر کوئی مرد وعورت اس کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ اس سے مراد وہ صفات ہیں جو عورت کو خوبصورت بنا دیں، اس طرح کہ وہ اسے دیکھنے سے بھلی اور خوبصورت معلوم ہو اور دلوں میں جگہ بنا لے۔ زینت کا تعلق باطن سے بھی ہے اور ظاہر سے بھی۔

باطنی زینت:

باطنی زینت یہ ہے کہ عورت مومنہ ہو، کیوں کہ ایمان بذاتِ خود ایک زینت ہے، جو تمام اقسامِ زینت پر حاوی ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ﴾

[الحجرات: ٧]

”لیکن اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے ایمان کو پسند فرمایا ہے اور اس کو تمھارے دلوں میں مزین کر دیا ہے۔“

اسی طرح وہ صوم و صلات کی پابند ہو، اعلیٰ سیرت و کردار کی مالک ہو، فسق و فجور سے دور ہو، بغیر ضرورت گھر سے نہ نکلتی ہو اور ہر ان برے اخلاق و کردار سے اجتناب کرتی ہو جو اللہ کے نزدیک محبوب نہ ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا گیا کہ کون سی عورت سب سے اچھی ہے؟ تو آپ نے فرمایا: ”سب سے بہترین وہ عورت ہے جو عیب جوئی کرتی ہو نہ بری باتوں کو جانتی ہو اور

Marfat.com

مردوں کے مکر و فریب میں نہ آتی ہو، اس کا بناؤ سنگھار صرف اس کے شوہر کے لیے ہو اور اپنے اہل و عیال کی عزت و شرافت کو باقی رکھنے والی ہو۔“[1]

ایک عرب خاتون اپنی بیٹی کو کیا نصیحت کرتی ہے، کہتی ہے:

”اے بیٹی تو اس گھر کو چھوڑ کر ایسے گھر کو آباد کرنے جا رہی ہے، جس کو تو کبھی نہیں جانتی تھی اور ایک ایسے رفیقِ حیات کے پاس جا رہی ہے، جس سے تو کبھی مانوس نہیں تھی، لہٰذا تم اس کے لیے لونڈی بن جانا، وہ تمھارے لیے غلام بن جائے گا اور مندرجہ ذیل خصلتوں کو ذہن نشین کر لینا:

١ قناعت کو لازم پکڑنا اور شوہر کی فرمانبرداری کرنا۔

٢ اس کی عزت اور غیرت کا ہمیشہ خیال رکھنا، تجھ سے کوئی غلط حرکت نہ سرزد ہو جائے۔

٣ اس کے کھانے پینے اور سونے جاگنے کے اوقات کا خیال رکھنا۔

٤ اس کے مال کی حفاظت کرنا اور بچوں کی اچھی تربیت کرنا۔

٥ اس کی نافرمانی سے باز آنا، اس کے راز و نیاز کی باتیں کبھی فاش نہ کرنا، کیوں کہ اس سے اس کا غیظ و غضب بھڑک سکتا ہے۔ ہمیشہ اس کی مرضی کے مطابق زندگی گزارنا، اسی میں تمھاری بھلائی اور عافیت ہے۔“

یہ وہ پاکیزہ اور بلند نصیحت ہے، جس پر عمل کرنا ہر لڑکی کے لیے ضروری ہے، تاکہ وہ ایک صالح عورت بن کر بہترین زندگی گزار سکے۔

ظاہری زینت:

ظاہری زینت سے مراد عورت کا چہرہ، اس کا رنگ و روپ، قد و قامت، زلفیں، ناک و نقشہ، نسوانی آواز، زیورات، قسم قسم کے لباس، بناؤ سنگھار اور

[1] اللباس والزينة في الشريعة الإسلامية (ص: ٤٤٠)

Marfat.com

میک اپ وغیرہ ہے۔ یہ ظاہری زینت عورت گھر کے اندر اگر اپنے شوہر کے لیے کرتی ہے تو جائز ہے اور اگر بناؤ سنگھار کر کے باہر نکلتی ہے تو یہ ناجائز ہے۔

چہرے کا میک اپ:

چہرے کا میک اپ ہو یا ہونٹوں کی سرخی؛ یہ عمل اگر اپنے شوہر کو خوش کرنے کے لیے گھر کے اندر ہے تو جائز ہے، لیکن یہی عمل اگر گھر سے باہر جانے کے لیے استعمال کرتی ہے تو حرام ہے۔ جیسے آج کل رواج ہے کہ عورتیں بازاروں میں بہترین بناؤ سنگھار، بھڑکیلے لباس، لالی اور پوڈر وغیرہ استعمال کر کے نکلتی ہیں اور غیروں کو دعوتِ نظارہ دیتی ہیں۔ یہ ناجائز اور حرام ہے۔

علامہ ابن اسحاق نے ارشادِ باری تعالیٰ: ﴿غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ﴾ ''وہ زینت کو ظاہر کرنے والی نہیں ہیں۔'' [النور: ۱۳] سے مراد اظہارِ زینت کو لیا ہے اور یہ جاہلانہ حرکت ہے، جو جائز نہیں ہے، حالاں کہ مسلسل میک اپ کرنے سے چہرے کی رونق اور اس کا طبعی جمال ختم ہو جاتا ہے، بلکہ کبھی کبھی دانے نکلنے لگتے ہیں، جس سے چہرے کا حسن پھیکا پڑ جاتا ہے، اس لیے بناؤ سنگھار کرنے والی عورتوں کو اس پہلو پر بھی غور و فکر کر کے بناؤ سنگھار کرنا چاہیے۔

بالوں کا اسپرے:

بہت سی عورتیں اور نوجوان لڑکیاں بالوں میں اسپرے استعمال کرتی ہیں، تاکہ بال اپنی جگہ برقرار رہیں، حالاں کہ یہی اسپرے بذاتِ خود بالوں کے ٹوٹنے اور گرنے کا سبب بن جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات پلکوں پر اس کا اثر پڑتا ہے۔ یہ بات متعین ہے کہ عورت کے زلف کا اس کے حسن و جمال میں بہت بڑا دخل ہے۔ اگر کسی عورت کے بال لمبے اور گھنے نہ ہوں تو وہ بڑی خفت محسوس کرتی

Marfat.com

ہے، بلکہ بسا اوقات لمبی زلفیں ظاہر کرنے کے لیے مصنوعی بالوں کا سہارا لیتی ہے، مگر اسپرے استعمال کرنے والی عورتیں اپنے بال چھوٹے رکھتی ہیں، تاکہ جس انداز سے وہ چاہیں بالوں کو موڑ سکیں، لہٰذا اس کے استعمال سے اگر بالوں پر برا اثر پڑتا ہے تو صحیح نہیں ہے۔ اسلام نے بناؤ سنگھار کو جائز قرار دیا ہے، لیکن اگر کسی چیز کے استعمال سے نقصان پہنچے تو یہ جائز نہیں ہے۔

خوشبو لگا کر باہر نکلنے کا حکم:

خوشبو لگانا عورت کے لیے جائز ہے۔ شرط یہ ہے کہ یہ گھر میں ہو اور اپنے شوہر کے لیے ہو، لیکن یہی خوشبو لگا کر وہ باہر نکلتی ہے تو یہ حرام ہے اور ایسی عورت کو شریعت میں زانیہ کہا گیا ہے۔ حدیث ہے:

((كل عين زانية، والمرأة إذا استعطرت فمرت بالمجلس فهي كذا و كذا، يعني زانية))[1]

''ہر آنکھ زانیہ ہے اور جو عورت خوشبو لگا کر مجلس سے گزرتی ہے تو وہ ایسی ویسی، یعنی زانیہ ہے۔''

سونے چاندی کے زیورات کا حکم:

سونے چاندی کے زیورات کا استعمال عورتوں کے لیے جائز ہے، شرط یہ ہے کہ اس سے فخر و مباہات مقصود نہ ہو، کیوں کہ فخر و مباہات صحیح نہیں ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

((أُحَرِّمُ لِبَاسَ الْحَرِيرِ وَالذَّهَبِ عَلىٰ ذُكُورِ أُمَّتِي وَأُحِلُّ لِإِنَاثِهِمْ))[2]

''سونا اور ریشم کا لباس میری امت کی عورتوں کے لیے حلال اور

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٦٧٨٦)

[2] سنن الترمذي، رقم الحديث (١٧٢٠)

Marfat.com

مردوں پر حرام ہے۔"

اسی طرح عورتیں عام طور پر پاؤں میں مختلف قسم کے زیورات پہنا کرتی ہیں۔ بعض زیور تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب عورت ان کو پہن کر چلتی ہے تو اس میں آواز پیدا ہوتی ہے، جیسے گھونگھرو اور پازیب وغیرہ۔ اس طرح کے زیورات بالکل ممنوع ہیں اور شریعت میں اس کی اجازت نہیں ہے، لیکن اگر اسے صرف گھر میں پہنتی ہے تو کوئی حرج نہیں ہے اور بعض زیور خود تو نہیں بجتے ہیں، لیکن دوسرے زیور سے ٹکرا کر آواز دیتے ہیں، جیسے: چھڑا اور کڑا وغیرہ۔ اس طرح کے زیورات کا اگرچہ پہننا جائز ہے، مگر احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چلنے میں ایک دوسرے سے ٹکرا کر آواز پیدا نہ کریں۔ پھر ان کو پہننے اور پہن کر چلنے میں بھی یہ خیال رہے کہ ان کی چمک دمک دوسروں کی نگاہوں کو خیرہ نہ کر رہی ہو، کیوں کہ آواز ہو یا چمک دمک، بسا اوقات فتنے کا سبب بن جاتی ہے۔

منہدی لگانا:

عورت کے لیے اپنے ہاتھ میں منہدی لگانا جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ہند بنت عتبہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھ سے بیعت کیجیے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«لَا أُبَايِعُكِ حَتّٰى تُغَيِّرِي كَفَّيْكِ، كَأَنَّهُمَا كَفَّا سَبُعٍ» [1]

"میں تجھ سے بیعت نہیں کروں گا، جب تک تم اپنے دونوں ہتھیلیوں کو نہیں بدلو گی (یعنی منہدی نہیں لگاؤ گی) تمھاری دونوں ہتھیلیاں (بغیر منہدی کے) گویا درندے کے ہاتھ ہیں۔"

اس طرح ایک دوسری روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ پردے کے

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤١٦٥) یہ حدیث ضعیف ہے، دیکھیں: ضعیف الجامع (٦١٦٩)

Marfat.com

پیچھے سے میں نے نبی کریم ﷺ کو ایک کتاب دینی چاہی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«مَا أَدْرِي: أَيَدُ رَجُلٍ أَمْ يَدُ امْرَأَةٍ؟»

''مجھے نہیں معلوم کہ یہ آدمی کا ہاتھ ہے یا عورت کا؟''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں، بلکہ یہ عورت کا ہاتھ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا:

«لَوْ كُنْتِ امْرَأَةً لَغَيَّرْتِ أَظْفَارَكِ»[1]

''اگر تو عورت ہوتی تو اپنے ناخنوں کو رنگ لیتی۔'' یعنی منہدی استعمال کر لیتی۔ اس روایت سے معلوم ہوا کہ عورت کے لیے منہدی لگانا بہتر ہے۔

سر کے بال منڈانا:

شریعت کا کلی حکم ہے کہ عورت کے لیے مرد کی مشابہت کسی بھی صورت جائز ہے نہ مرد کے لیے عورت کی مشابہت جائز ہے۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ نے سختی سے منع کیا ہے کہ عورت اپنے سر کے بالوں کو منڈوائے، اس کے برعکس عورت کے بال اللہ کی نعمت، بلکہ یہ عورت کے حسن و جمال میں شمار ہوتے ہیں۔ اس لیے اس کی حفاظت اور اس کو اچھے انداز سے سنوارنا واجب ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

«مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ»[2]

''جس کے بال ہوں تو اس کو چاہیے کہ ان کو اچھے انداز سے رکھے۔''

عورت کا اچھے انداز سے بال رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ اس کو منڈائے نہیں۔

مصنوعی بالوں کا استعمال:

آج کل عورتوں میں مصنوعی بالوں کا استعمال عام ہو گیا ہے۔ آئیے دیکھیں اس کا حکم کیا ہے؟ اس سلسلے میں علمائے کرام کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں:

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤١٦٦)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤١٦٣)

Marfat.com

اگر مصنوعی بال طبعی بالوں سے بنے ہوں تو اس کا استعمال حرام ہے، کیوں کہ اس میں دھوکا پایا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ)) [1]

''اللہ تعالیٰ نے بال جوڑنے والی اور بال جڑوانے والی عورت پر لعنت بھیجی ہے۔''

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ایک انصاری لونڈی نے شادی کی، بعد میں وہ بیمار ہوگئی اور بیماری سے اس کے بال گرنے لگے، لوگوں نے اس کو جوڑنا چاہا تو اس سلسلے میں نبی کریم ﷺ سے مسئلہ دریافت فرمایا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((لَعَنَ اللّٰهُ الْوَاصِلَةَ وَالْمُسْتَوْصِلَةَ)) [2]

''اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے اس عورت پر جو بال جوڑتی ہے اور جو بال جڑواتی ہے۔''

اس کے علاوہ مزید بہت سی احادیثِ صحیحہ مروی ہیں، جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قسم کی حرکت حرام ہے۔ ان احادیث کی بنیاد پر فقہائے کرام کے نظریات مندرجہ ذیل ہیں:

شوافع کا نظریہ ہے کہ طبعی بال کا جوڑنا مطلقاً حرام ہے، لیکن اس کے برعکس مصنوعی بالوں کا جوڑنا یا آدمی کے علاوہ کسی دوسرے جانور وغیرہ کے بال جوڑنا دو حال سے خالی نہیں ہوگا:

1. اگر جڑا ہوا بال ناپاک ہے تو اس کا استعمال حرام ہے، کیوں کہ ناپاک شے کا استعمال نماز میں اور نماز کے باہر دونوں جگہ حرام ہے۔

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٥٩٣) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٢٤)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (٥٥٩٣)

Marfat.com

۴ اگر جوڑا ہوا بال پاک ہے تو یہ دیکھا جائے گا کہ جو عورت جڑوا رہی ہے، وہ شادی شدہ ہے یا غیر شادی شدہ، اگر غیر شادی شدہ ہے تو حرام ہے اور اگر شادی شدہ ہے تو اس سلسلے میں تین اقوال ہیں:

1. شوہر کی اجازت سے جائز ہے۔
2. مطلق حرام ہے، چاہے شوہر کی اجازت ہی کیوں نہ ہو۔
3. مطلق جائز ہے، شوہر کی اجازت شرط نہیں ہے۔

لیکن شوافع پہلے قول کو راجح قرار دیتے ہیں، البتہ احناف کہتے ہیں کہ اگر عورت انسانی بال سے اپنے بال جوڑتی ہے تو یہ حرام ہے، کیوں کہ اس میں دھوکا ہے اور اگر مصنوعی بال ہے یا غیر انسانی بال ہیں تو جائز ہے۔ حنابلہ اور مالکیہ کہتے ہیں کہ بالوں کا جوڑنا مطلقاً حرام ہے، خواہ وہ بال مصنوعی ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ اس میں غیر مسلم عورتوں کی مشابہت ہے اور یہ انہی کی ایجاد بھی ہے۔[1]

سرمہ لگانا:

عورت کے لیے سرمہ لگانا جائز ہے، شرط یہ ہے کہ اجنبی آدمی کے سامنے اس کو ظاہر نہ کرے۔ اللہ کے نبی ﷺ ایسی عورتوں کو دیکھنا ناپسند فرماتے تھے جو منہدی وغیرہ استعمال کرے نہ آنکھوں میں سرمہ لگائے۔

بالوں میں کنگھی کرنا:

بالوں میں کنگھی کرنا اور ان کو سنوارنا جائز ہے، بلکہ مستحب ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

«مَنْ كَانَ لَهُ شَعْرٌ فَلْيُكْرِمْهُ»[1] ”جو بال رکھے تو اسے سنوارنا چاہیے۔“

---

[1] الدليل الفقهي للمرأة المسلمة (ص: ٢١٢)

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٦٣)

Marfat.com

ناخونی (Nail Polish) کا استعمال:

ناخونی ایک ایسا گاڑھا مادہ ہے کہ اس کو ناخن پر لگانے کے بعد وضو کرتے وقت یا غسلِ جنابت کرتے وقت پانی ناخن تک نہیں پہنچتا، لہٰذا اس کا استعمال صحیح نہیں ہے، البتہ اگر کوئی ایسی چیز ہے جو ناخن تک پانی پہنچنے سے نہ روکے تو اس کا استعمال صحیح ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ نے ہاتھوں اور ناخنوں کو مہندی سے رنگنے کی رغبت دلائی ہے، تاکہ مرد اور عورت کے ہاتھ میں فرق ہو سکے۔

حسن و جمال کا مصنوعی طریقہ کار:

اس میں کوئی شک نہیں کہ عورت کا قدرتی حسن و جمال ہی اصل حسن و جمال ہے، مگر یورپ کو عورت کا حقیقی روپ نہیں پسند آیا اور اس نے اس کے نئے نئے طریقے ایجاد کر دیے۔ چوں کہ عورت نفسیاتی مریضہ ہے، اس نے اپنے آپ کو یا اپنے حسن کو مزید دوبالا کرنے کے لیے جدید طریقہ کار اختیار کرنا شروع کر دیا۔ ان میں بعض طریقے تو ایسے ہیں جو بغیر کسی جراحی عمل (Sergery) کے استعمال کرتے ہیں، جیسے بالوں کو مختلف اسٹائل میں کرنے والی مشین یا وزن کم کرنا یا جسم کو جاذبِ نظر بنانے والے آلات اور بعض طریقے ایسے ہیں، جن میں جراحی عمل کا دخل ہوتا ہے۔

اس عمل میں عورت کی حسبِ خواہش اس کے ناک نقشے کو بدلا جا سکتا ہے۔ جیسا کہ اٹلی کی ایک ہیروئن باؤلا ینڈسکو اپنا واقعہ بیان کرتی ہے: میں فلمی ہیروئن تھی، میری ناک کو لوگ پسند نہیں کرتے تھے، اس لیے جراحی عمل کے ذریعے ناک کو خوبصورت بنوا لیا، لیکن اگر میں ہیروئن نہ ہوتی تو ایسا ہرگز نہ کرتی، کیوں کہ اس طریقہ کار میں بہت پریشانیاں اٹھانی پڑتی ہیں۔ مثلاً: میں مسلسل دو ہفتے تک شب و روز منہ سے سانس لیتی رہی، سیدھے منہ لیٹ کر سوتی تھی، سوتے وقت دائیں

Marfat.com

بائیں کروٹ نہیں بدل سکتی تھی، کیوں کہ اس سے جراحی عمل بے کار ہو جاتا۔ اس طرح اور بہت سے واقعات ہیں۔ اب آیئے دیکھیں اس سلسلے میں شرعی نقطہ نظر کیا ہے؟

اگر عورت کے اندر کوئی ایسا عیب ہے جو تکلیف دہ ہے اور اس عیب کو ختم کرنا ہی اس کے عافیت ہے تو یہ جائز ہے، لیکن اگر کوئی عیب نہیں ہے اور عورت نفسیات کا شکار ہو کر جراحی عمل کے ذریعے اپنے آپ کو خوبصورت ظاہر کر رہی ہے تو یہ صحیح نہیں ہے، کیوں کہ اس میں جہاں قیمتی وقت ضائع ہوتا ہے وہیں اللہ کی تخلیق میں تبدیلی لازم آتی ہے۔ امام ابن جریر طبری رحمہ اللہ کہتے ہیں:

حسن کے لیے عورت کو اپنی طبعی خلقت میں سے کچھ بھی بدلنا جائز نہیں ہے، شوہر کے لیے اور نہ کسی غیر کے لیے، کیوں کہ اس سے ابتدا کی پیدائش میں تغیر اور تبدیلی لازم آتی ہے۔[1]

بہر حال عورت بذاتِ خود خوب صورت ہے اور اللہ نے اس کو خوب صورت سانچے میں ڈھالا بھی ہے، مزید برآں تہذیبی دائرے میں رہ کر اگر وہ عورت بنتی ہے، مثلاً: آنکھوں میں کاجل یا سرمہ استعمال کر کے، ہاتھوں میں منہدی لگا کر وغیرہ وغیرہ تو یہ اس کے لیے بہتر بھی ہے اور اس میں اس کا حسن مزید دوبالا ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے موجودہ دور کے طریقہ تجمیل اختیار کر کے وہ اپنی طبعی حالت سے نکل کر وہاں پہنچے گی، جہاں آج یورپ کی عورتیں ہیں۔ وہ حقیقی ماں نہیں بن سکتی، جو اپنے بچے کو صحیح تعلیم و تربیت نہ دے۔ وہ صالح بیوی نہیں بن سکتی جو اپنے شوہر کی مطیع فرماں بردار نہ ہو اور اپنا حقیقی پیار اسے نہ دے۔

❀❀❀❀❀❀❀

[1] فتح الباري (۱۰/۳۷۸) اللباس والزينة في الشريعة الإسلامية (ص: ٤٦٠)

Marfat.com

لباس کے احکام

اسلام سے قبل عورت جس ہیئت میں زندگی گزارتی تھی، عریانیت اور برہنگی کا جو رواج تھا کہ عبادت خانوں میں عریانیت کو بہترین شعار سمجھا جاتا تھا، اسلام اسے قطعی طور پر برداشت نہیں کرسکتا تھا، اس نے سب سے پہلے یہ کام کیا کہ عریانیت کا استیصال کر کے بنی نوع انسان کے لیے ستر وحجاب کے حدود وقوانین متعین کر کے لباس کا حکم نازل فرما کر یہ سبق سکھایا:

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَیْکُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِکُمْ وَ رِیْشًا﴾ [الأعراف: ٢٦]

''اے اولادِ آدم! ہم نے تمھارے اوپر لباس نازل کیا ہے، جو تمھاری ستر پوشی کرے اور تمھارے لیے موجبِ زینت ہو۔''

پھر حکم دیا:

﴿یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ﴾ [الأعراف: ٣١]

''اے اولادِ آدم! تم نماز کے وقت اپنی زینت کے لباس استعمال کرو۔''

قرآن کا یہ حکم مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے۔ اگر عورت مسجد میں جائے تو وہ مکمل پردے کے ساتھ جائے گی۔ جب مسجد میں جانے کا اس طرح حکم ہے تو مسجد کے علاوہ دوسری جگہوں پر جانے کے لیے کیسا ہو گا اور کون سا لباس اختیار کرنا ہو گا؟!

اسلام ہر اس لباس کو ناپسند کرتا ہے جو ساتر نہ ہو، جس سے بدن جھلکے اور پورا

Marfat.com

ستر نمایاں ہو۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

«صِنْفَانِ مِنْ أَهْلِ النَّارِ لَمْ أَرَهُمَا بَعْدُ: نِسَاءٌ كَاسِيَاتٌ مَائِلَاتٌ مُمِيلَاتٌ عَلَىٰ رُؤُوسِهِنَّ أَمْثَالُ الْبُخْتِ الْمَائِلَةِ، لَا يَرَيْنَ الْجَنَّةَ وَلَا رِيحَهَا» [1]

''دو قسم کے لوگ جہنمی ہیں، جن کو ابھی میں نے نہیں دیکھا ایک تو وہ عورتیں جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہتی ہیں، دوسروں کو رجھاتی ہیں اور خود دوسروں پر ریجھتی ہیں اور اونٹ کی طرح گردن ٹیڑھی کر کے ناز و ادا سے چلتی ہیں، وہ جنت میں ہرگز داخل نہیں ہوں گی اور نہ اس کی بو پائیں گی۔''

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایسے آدمی پر لعنت ہے جو عورتوں کی مانند کپڑے پہنتا ہے اور ایسی عورت پر لعنت ہے جو مرد کے مشابہ کپڑے پہنتی ہے۔ [2]

یہاں استیعاب مقصود نہیں ہے، صرف چند حدیثیں اس غرض سے ہم نے پیش کی ہیں، تاکہ انھیں اندازہ ہو جائے کہ اسلام کے نزدیک معیارِ اخلاق کیا ہے اور عورت کو محترم و باعزت رکھنے کے لیے کون سی تدبیریں اختیار کرتا ہے؟ لہٰذا ہر مسلمان عورت کو چاہیے کہ مذکورہ احادیث کے پیشِ نظر اپنے لباس میں مندرجہ ذیل صفات کا خیال رکھے:

1. ایسا کپڑا ہو جو پورے بدن کو چھپانے والا ہو۔
2. اتنا چست اور تنگ نہ ہو کہ جسم کا تناسب اور اتار چڑھاؤ ظاہر ہو۔

---

[1] صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٢٨)

[2] سنن أبي داود، رقم الحديث (٤٠٩٧)

Marfat.com

۳ اتنا باریک نہ ہو کہ پورا جسم دکھائی دے۔

۴ آدمی کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔

۵ جاذبِ نظر نہ ہو۔

۶ کافر عورتوں کے لباس کے مشابہ نہ ہو۔

۷ شہرت مقصود نہ ہو۔

پینٹ (Pent):

اس میں کوئی شک نہیں کہ یورپ اپنی فکر میں مکمل کامیابی حاصل کر رہا ہے اور مسلمان مرد و عورت کو اس کے دینی شعار سے پھیرنے کے لیے جو تدبیر اس نے اختیار اور ایجاد کی ہے اس کو مسلمانوں نے اپنا لیا اور وہ اپنے شعار کو تمسخر آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ اسی یورپ کا دین "پینٹ" بھی ہے۔ اس سے ستر پوشی تو کجا جسم کا پورا تناسب ظاہر ہوتا ہے، لہٰذا یہ لباس اسی حدیث کے تحت داخل ہو جاتا ہے جس میں آپ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "دو قسم کے جہنمی ایسے ہیں جن کو میں نے ابھی نہیں دیکھا ہے، ایک وہ لوگ، جن کے پاس گائے کی دم جیسے کوڑے ہوں گے، وہ اس سے لوگوں کو مارتے رہیں گے اور دوسری وہ عورت جو کپڑے پہننے کے باوجود ننگی رہتی ہے، دوسروں کو رجھاتی ہے اور خود بھی ریجھتی ہے اور بختی اونٹ کی طرح گردن ٹیڑھی کر کے ناز و ادا سے چلتی ہے۔ یہ جنت میں نہیں داخل ہو گی اور نہ اس کی خوشبو اسے نصیب ہو گی، جب کہ اس کی خوش بو لمبی مسافت سے آتی رہے گی۔[1]

نیز اس لباس میں مردوں کی مشابہت بھی ہے، لہٰذا اس سے احتراز کرنا چاہیے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] صحیح مسلم، رقم الحدیث (۲۱۲۸)

Marfat.com

«مَنْ لَبِسَ ثَوْبَ شُهْرَةٍ فِي الدُّنْيَا أَلْبَسَهُ اللّٰهُ ثَوْبَ مَذِلَّةٍ يَوْمَ الْقِيَامَةِ»[1]

''جس نے دنیا میں شہرت کا لباس پہنا، اللہ اس کو قیامت کے دن ذلت اور رسوائی کا لباس پہنائے گا۔''

دوپٹا ڈالنے کا طریقہ:

آج کل دوپٹا ڈالنے کا جو طریقہ عام ہو گیا ہے کہ نوجوان لڑکیاں دوپٹے کو گلے میں ڈال کر اس کے آنچل کو پیچھے ڈال لیتی ہیں، جس سے سینے کا ابھار مکمل طرح ظاہر ہو جاتا ہے، یہ صحیح نہیں ہے، بلکہ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس کو سر پر سے لا کر سینوں پر اس طرح ڈالا جائے کہ جسم کے ابھار اور مواضعِ زینت میں سے کسی حصے پر نظر نہ پڑے اور مکمل ستر پوشی ہو سکے۔

---

[1] سنن ابن ماجه، رقم الحديث (٤٠٢٩)

Marfat.com

چند متفرق مسائل

بات کرنے میں سوچو:

بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ عورت اپنے شوہر کے علاوہ اجنبی آدمی سے بات کرنے میں مجبور ہو جاتی ہے، مثلاً: ڈاکٹر وغیرہ تو ایسے موقع پر وہ پردے کی آڑ میں گفتگو کرے گی اور خیال رہے کہ بات میں لوچ اور شیرینی نہ ہو، تاکہ کسی بداخلاق کو شرارت کرنے کا موقع نہ ملے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا﴾ [الأحزاب: ٣٢]

''اور چبا کر باتیں نہ کرو، کہ جس کے دل میں روگ ہے وہ لالچ کرے اور تم اچھی اور معقول بات کہو۔''

یعنی شوہر کے ساتھ گفتگو کرنے کا جو انداز ہے وہ نہ ہو۔

شوہر کے عزیز واقارب سے پردہ:

شوہر کے رشتے داروں کے سامنے ہونے اور ہنسی مذاق کرنے کا جو عام رواج ہے، یہ بھی شریعت کے خلاف ہے، اگرچہ وہ شوہر کا بھائی ہی کیوں نہ ہو، کیوں کہ محرم میں صرف شوہر کا باپ داخل ہے اور دوسرا کوئی نہیں۔ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے شوہر کے بھائی دیور کے متعلق سوال کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''شوہر کا بھائی (دیور) موت ہے۔''[1]

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٣٤) صحيح مسلم، رقم الحديث (٢١٧٢)

Marfat.com

یعنی اس سے تو بدرجہ اولیٰ پرہیز کرنا چاہیے، کیوں کہ اس سے فتنہ واقع ہونے کا زیادہ امکان ہے اور ہو بھی رہا ہے۔

کسی مرد سے تنہائی میں نہ ملے:

کسی مرد کا عورت سے تنہائی میں ملنا کس قدر خطرے کا باعث بن سکتا ہے، وہ مخفی نہیں ہے۔ اسی لیے شریعت نے اس پر بھی سخت پابندی لگائی ہے۔ حدیثِ نبوی ہے:

«لَا يَخْلُوَنَّ رَجُلٌ بِامْرَأَةٍ إِلَّا كَانَ ثَالِثُهُمَا الشَّيْطَانُ»[1]

''کوئی مرد کسی عورت سے تنہائی میں نہیں ملتا، مگر وہاں تیسرا شیطان ضرور موجود رہتا ہے۔''

آج کے دور میں بے دھڑک عورتیں اجنبی مردوں سے ملتی ہیں اور باتوں باتوں میں مرد عورت پر اپنی محبت کا غلط سکہ بٹھا لیتا ہے، اس لیے اس سے احتیاط کرنی چاہیے۔

جن عورتوں کے شوہر گھر میں نہ ہوں، ان سے ملنے سے بچو:

ان عورتوں سے نہیں ملنا چاہیے جن کے شوہر گھر میں موجود نہ ہوں، کیوں کہ شیطان خون کی طرح دوڑتا رہتا ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ دونوں کو غلط راہ میں مائل کر دے۔

«إِنَّ الشَّيْطَانَ يَجْرِي مِنْ أَحَدِكُمْ مَجْرِيَ الدَّمِ»[2]

''اس لیے کہ شیطان تم میں خون کے دوران کی طرح دوڑتا رہتا ہے۔''

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (۲۱٦٥)

[2] صحيح البخاري، رقم الحديث (۱۹۳۳) صحيح مسلم، رقم الحديث (۲۱۷٤)

Marfat.com

عورت کسی دوسری عورت کی حالت اپنے شوہر سے نہ بیان کرے:

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عورت جب دوسری عورت سے ملے اور اسے دیکھے تو جا کر دوسری عورت کا حال کھول کر اپنے شوہر سے بیان نہ کرے۔ کیوں کہ ممکن ہے اس کے شوہر کے دل میں دوسری عورت کی خوبی اور اس کا حسن و جمال گھر کر جائے اور وہ اس کے پیچھے پڑ جائے۔ ارشادِ نبوی ہے:

«لَا تُبَاشِرِ الْمَرْأَةُ فَتَنْعَتُهَا لِزَوْجِهَا كَأَنَّهُ يَنْظُرُ إِلَيْهَا» [1]

''عورت، عورت کے ساتھ اس طرح نہ رہے کہ وہ اپنے شوہر سے اس کی حالت اس طرح کھول کر بیان کرے گویا وہ اس کو دیکھ رہا ہے۔'' نیز ارشادِ نبوی ہے:

«إِنَّ مِنْ أَشَرِّ النَّاسِ عِنْدَ اللّٰهِ مَنْزِلَةً الرَّجُلُ يُفْضِي إِلَىٰ امْرَأَتِهِ وَتُفْضِي إِلَيْهِ، ثُمَّ يُنْشِرُ سِرَّهَا» [2]

''بے شک اللہ تعالیٰ کے نزدیک بدترین شخص وہ ہے کہ وہ اور اس کی بیوی یک جا ہو، پھر مرد اس راز و نیاز کو ظاہر کر دے۔''

عورت تنہا سفر نہ کرے:

شریعت کا حکم ہے کہ عورت سفر میں اس وقت تک نہیں جا سکتی، جب تک کوئی محرم اس کے ساتھ نہ ہو حج جو عبادات میں داخل ہے اور اسلام کے بنیادی ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے، اس کو ادا کرنے کے لیے بھی وہ بغیر محرم کے سفر نہیں کر سکتی۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے:

---

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (٤٩٤٢)

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (١٤٣٧)

Marfat.com

«لَا يَحِلُّ لِامْرَأَةٍ تُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ تُسَافِرُ مَسِيْرَةَ يَوْمٍ وَلَيْلَةٍ إِلَّا مَعَ ذِي مَحْرَمٍ عَلَيْهَا»[1]

”کسی ایسی عورت کے لیے جائز نہیں جو اللہ اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہے کہ وہ بغیر محرم کے ایک دن اور ایک رات کی مسافت تنہا سفر کرے۔“

محرم وہ شخص ہے جس سے کبھی شادی جائز نہ ہو، جیسے باپ، بھائی، بیٹا وغیرہ۔ بغیر محرم کے عورت کا تنہا سفر کرنا حرام ہے۔

[1] صحيح البخاري، رقم الحديث (١٠٣٨) صحيح مسلم، رقم الحديث (١٣٣٩)

Marfat.com

ستر وحجاب کے احکام

ستر کے لغوی معنی:

''پردہ پوشی'' کے ہیں اور اصطلاحِ شرع میں ستر کا اطلاق جسم کے ان حصوں پر ہوتا ہے، جن کو میاں، بیوی کے علاوہ دوسروں کے سامنے ظاہر نہیں کیا جا سکتا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«إِيَّاكُمْ وَالتَّعَرِّيَ فَإِنَّ مَعَكُمْ مَنْ لَا يُفَارِقُكُمْ إِلَّا عِنْدَ الْغَائِطِ، وَ حِينَ يُفْضِي الرَّجُلُ إِلَىٰ أَهْلِهِ فَاسْتَحْيُوهُمْ وَأَكْرِمُوهُمْ» [1]

''خبردار! تم لوگ برہنہ ہونے سے بچو، کیوں کہ تمھارے ساتھ وہ ہیں جو کبھی تم سے جدا نہیں ہوتے سوائے قضائے حاجت کے وقت اور بیوی سے مجامعت کے وقت۔ لہٰذا تم ان سے شرم کرو اور ان کی عزت کرو۔''

شریعت نے یہاں تک حکم دیا ہے کہ کوئی مرد یا عورت کسی مرد یا عورت کی شرم گاہ پر نظر نہ ڈالے۔ ارشادِ نبوی ہے:

«لَا يَنْظُرِ الرَّجُلُ إِلَىٰ عَوْرَةِ الرَّجُلِ وَلَا الْمَرْأَةُ إِلَىٰ عَوْرَةِ الْمَرْأَةِ» [2]

''کوئی آدمی کسی دوسرے آدمی کی شرم گاہ کو نہ دیکھے اور کوئی عورت کسی دوسری عورت کی شرم گاہ پر نظر نہ ڈالے۔''

اس کے علاوہ اور بہت سی احادیثِ صحیحہ ہیں، جن میں سختی کے ساتھ برہنہ

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (٢٨٠٠) اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم ضعیف ہے۔

[2] صحيح مسلم، رقم الحديث (٣٣٨)

Marfat.com

ہونے سے روکا گیا ہے اور ستر پوشی کی تاکید کی گئی ہے۔

ستر کے حدود:

یوں تو عورت کا پورا وجود ستر میں داخل ہے۔ حدیث ہے:

((اَلْمَرْأَةُ كُلُّهَا عَوْرَةٌ))[1] ''عورت کا پورا وجود ستر ہے۔''

پھر بھی عورتوں کے ستر کے حدود کو مردوں کی بہ نسبت زیادہ وسیع پیمانے پر بیان کیا گیا اور ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے چہرے اور ہاتھوں کے علاوہ جسم کے باقی تمام حصوں کو پردے میں رکھیں۔

چہرے کا حکم:

جب چہرہ ہی زیب و زینت کا اصل مرکز ہے اور حسن و جمال کا منبع ہے اور فتنے میں واقع ہونے کا سبب ہے تو ایسی صورت میں اس کا چھپانا بھی ضروری ہے، بلکہ جن محترم ہستیوں نے اس کے ظاہر کرنے کا حکم دیا ہے، انھوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس پر میک اپ نہ کیا گیا ہو اور فتنے کا خوف نہ ہو، لیکن یہ دور بے حیائی، عریانیت اور ننگے پن کا دور ہے، اس دور میں شرافت نام کی کوئی چیز نہیں، ایسے حالات میں مسلمان عورت کو اپنا چہرہ چھپانا واجب ہے، تاکہ وہ اپنی کرامت برقرار رکھ سکے اور اپنی عزت و وقار کو قائم رکھ سکے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَآأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ذٰلِكَ أَدْنٰٓى أَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ﴾

[الأحزاب: ٥٩]

''اے نبی ﷺ اپنی بیویوں، لڑکیوں اور مومنین کی عورتوں سے کہہ

---

[1] سنن الترمذي، رقم الحديث (١١٧٣)

Marfat.com

دیجیے کہ اپنے اوپر اپنی چادروں کو ڈال لیا کریں، کیوں کہ ممکن ہے کہ وہ پہچان لی جائیں گی، پھر انھیں ستایا نہیں جائے گا۔''

اس آیت کے سلسلے میں ابن جوزی کا قول ہے کہ وہ اپنے سروں اور اپنے چہروں کو چھپائیں گی۔ علامہ ابوحیان اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ عورت اپنے جسم کو چھپائے گی اور ''علیھن'' سے مراد ''علیٰ وجوھھن'' ہے، یعنی اپنے چہرے کو بھی چھپائیں گی۔ ابوبکر رازی کہتے ہیں کہ اس آیت میں واضح دلیل ہے کہ عورت اپنے چہرے کو چھپائے رکھے، تاکہ غلط قسم کے لوگ طمع نہ کرسکیں۔

بہر حال علمائے کرام کے ان اقوال کی روشنی میں اور موجود حالات کے پیشِ نظر چہرہ چھپانا ضروری ہے۔ اسی میں مسلمان عورت کے لیے عافیت ہے۔

نماز میں ستر کی مقدار:

نماز میں عورت اپنے پورے جسم کو ڈھکے گی، حتی کہ پنڈلی، قدم اور سر یا سر کا کچھ حصہ کھلا ہے تو نماز صحیح نہیں ہوگی، البتہ چہرے اور ہتھیلیوں کا ڈھکنا ضروری نہیں ہے۔ سعودی عرب کے مفتی اعظم علامہ شیخ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز فرماتے ہیں:

''بالغ عورت کو چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ باقی تمام جسم کا چھپانا ضروری ہے اور اگر ستر میں سے کچھ حصہ کھلا ہے، مثلاً: پنڈلی، پیر، سر، یا سر کا کچھ حصہ تو اس کی نماز صحیح نہیں ہوگی۔ اس لیے کہ نبیِ کریم ﷺ کی حدیث ہے:

((لَا يُقْبَلُ اللّٰهُ صَلَاةَ حَائِضٍ إِلَّا بِخِمَارٍ)) [1]

''اللہ تعالیٰ کسی بالغ عورت کی نماز بغیر دوپٹے کے نہیں قبول کرے گا۔''

نیز نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ((المرأة عورة)) ''عورت پورا کا پورا پردہ ہے۔''

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٤١) سنن الترمذي، رقم الحديث (٣٧٧)

Marfat.com

ابو داود کی روایت ہے کہ حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک ایسی عورت کے بارے میں سوال کیا جو ایک چادر اور ایک دوپٹے میں نماز پڑھتی ہے اس کے پاس پاجامہ نہیں ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر چادر اتنی لمبی ہے کہ اس کے دونوں پیروں کے ظاہری حصے کو چھپالے تو صحیح ہے۔[1]

نیز شیخ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی اجنبی آدمی ہے تو عورت کے لیے اپنے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کا چھپانا بھی ضروری ہے۔[2]

❁❁❁❁❁❁❁

---

[1] سنن أبي داود، رقم الحديث (٦٤٠) یہ حدیث ضعیف ہے۔

[2] تحفة الإخوان (ص: ٦٦)

Marfat.com

عورت کی تعلیم

تعلیم کا مقصد:

تعلیم کے بہت عظیم مقاصد ہیں۔ تعلیم ایک ایسی چیز ہے جس کے ذریعے انسان تاریکی سے نکل کر روشنی کی طرف آتا ہے، چیزوں کے نفع اور نقصان کو اچھی طرح سمجھ سکتا ہے، بھلائی اور برائی کے درمیان تمیز پیدا کر سکتا ہے، ادب اور تہذیب کے سانچے میں ڈھل سکتا ہے، باسلیقہ، نیک خو اور بہترین سیرت اور کردار کا مالک بن سکتا ہے۔ تعلیم انسان کی ایسی تربیت کرتی ہے جو اس کی نظر کو وسیع کرنے، زندگی کے جملہ معاملات میں اس کی بہترین راہنمائی کرنے، بلکہ اگر کہا جائے کہ تعلیم ہی اصل زندگی ہے تو بے جا نہ ہوگا۔

مذکورہ مقصد صرف مردوں ہی کے لیے نہیں ہیں، بلکہ عورتوں کے لیے بھی ضروری ہیں، لہٰذا ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے جس طرح مردوں کی تعلیم ضروری ہے اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ضروری ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو اسلام کی عظیم امانت سونپی ہے اور یہ امانت زندگی کی سب سے اہم امانت ہے، اس عظیم امانت کا تعلق عقائد، عبادات، معاملات، اخلاق اور اعمال سب سے ہے، اسی لیے جب تک مرد کی طرح عورت بھی اس عظیم امانت کو نہیں سمجھے گی، عقائد اور عبادات کو نہیں جانے گی، حق اور باطل کا ادراک نہیں کرے گی، موٹی موٹی اخلاقی قدریں، زندگی کے مقاصد اور اس کے مبادیات سے آگہی نہیں حاصل کرے گی، وہ کبھی زندگی کا حقیقی لطف نہیں حاصل کر

Marfat.com

سکتی اور نہ صحیح طرح سے اپنے رب کی رضا حاصل کرسکتی ہے، لہٰذا ان تمام مسائل کا ادراک صرف علم ہی کے ذریعے ہوسکتا ہے، اسی علم کے ذریعے مذکورہ حقائق کو سمجھ سکتی ہے اور ظلم و جہل کی تاریکی سے نجات حاصل کرسکتی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ [التحريم: ٦]

''اے ایمان والو! تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو جہنم کی آگ سے بچاؤ، جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔''

اس آیت کے مخاطب اہلِ ایمان ہیں، جس میں مومن مرد اور مومنہ عورتیں دونوں شامل ہیں اور ظاہر بات ہے کہ جب آدمی، خواہ مرد ہو یا عورت، اللہ اور بندوں کے حقوق سے آگہی نہیں حاصل کرے گا تو وہ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو جہنم کی آگ سے کیوں کر بچاسکے گا؟ اسی لیے سب سے پہلی ذمے داری جو آدمی پر عائد ہوتی ہے کہ وہ علم حاصل کرے اور انھیں جہنم کی آگ سے بچانے کی تدبیر کرے۔

جہالت کے اثرات:

حقیقت یہ ہے کہ جہالت بڑی خطرناک بیماری ہے، بلکہ اگر اسے دوسرے لفظوں میں یہ کہا جائے کہ یہ موت ہے تو بے جانہ ہوگا۔ اسی لیے جہالت کی وجہ سے بہت خطرناک اثرات مرتب ہوتے ہیں، مثلاً: شرک اور بدعات، قبر پرستی، توہم پرستی، عبادات سے بے پروائی، معاملات میں لوچ، بے حیائی کا عام ہونا، بے پردہ گھروں سے نکلنا، سڑکوں اور بازاروں کی زینت بننا، زنا کی کثرت وغیرہ، اس کے علاوہ ہر قسم کا اخلاقی بگاڑ اور معاشرتی بگاڑ کا سبب جہل ہی ہے۔

چونکہ عورت معاشرے اور گھر کا ایک فرد ہے اور اس کی اصلاح اور سدھار

Marfat.com

میں اس کا بھی حصہ ہے، لہٰذا جب تک وہ ان اصول اور مبادی کو نہیں سمجھے گی جس سے معاشرے کو یا گھر کو جنت بنایا جا سکتا ہو اس وقت تک وہ کبھی اصلاح کا کام کر سکتی اور نہ اپنی ذمے داری سمجھ سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”عورت اپنے شوہر کے گھر کی ذمے دار ہے اور اس کی ذمہ داری کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔“[1]

ماں کی گود بچے کی سب سے پہلی درس گاہ ہے۔ اگر عورت تعلیم یافتہ اور ہوشیار ہے، بلند اخلاق کی مالک ہے تو اس کے اثرات اس کے زیرِ تربیت بچے پر ضرور مرتب ہوں گے اور وہ بچہ خود اپنی ماں کے اثرات کو قبول کرے گا اور ماں بھی بچے کی بہترین تربیت کرے گی، تاکہ بچہ مستقبل میں ایک بہترین اور اعلیٰ اخلاق و کردار کا مالک بنے۔ اس کے برعکس اگر عورت میں جہالت، اسلام سے دوری اور غفلت ہو گی تو اولاد بھی اس سے متاثر ہو گی، بلکہ آگے چل کر اس سے بھی بدتر ہوتی چلی جائے گی، جس کا اثر آج کل مسلم معاشرے میں عام طور سے دیکھا جا رہا ہے۔

عورت کے لیے کون سی تعلیم زیادہ بہتر ہے؟

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ قدرت نے مرد اور عورت کے درمیان فرق رکھا ہے، اس کا منشا یہ ہے کہ زندگی کے معاملات میں مرد اور عورت کو الگ الگ خصوصیتیں عطا کرے۔ چنانچہ دونوں کی جسمانی ساخت میں جو فرق ہے، وہ اسی حکمت کو ملحوظ رکھ کر کیا گیا ہے۔ اسی طرح قدرت نے دائرہ کار کی بھی تقسیم کر دی ہے، اس لحاظ سے کون سا علم زیادہ مناسب ہے؟ اس کا تعین کرنا بہتر ہے۔

یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ عورت کی تخلیق کا مقصد ہے کہ وہ ایک بہترین ماں بنے، ایک لائق اور وفادار بیوی بنے۔ اس لیے اگر ہم اسے ایسی تعلیم دیں جو

[1] صحیح البخاري، رقم الحدیث (۲۶۷۸) صحیح مسلم، رقم الحدیث (۱۸۲۹)

Marfat.com

اس کی اصل فطرت سے انحراف کا سبب بنے اور ایسی تربیت کریں جو قانونِ زوجیت کے منافی ہو تو چاہے وہ سب کچھ بن جائے، مگر وہ ایک بہترین ماں اور لائق بیوی نہیں بن سکتی ہے۔

آج عورت نے علوم وفنون کے ہر میدان میں قدم رکھ دیا ہے، سائنس، ٹیکنالوجی، علمِ زراعت، طب و جراحت میں وہ مرد کے دوش بدوش ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ سب سیکھ کر اس نے کون سی ترقی کی ہے؟ ہاں اگر اس نے کچھ ترقی کی ہے تو یہ کہ وہ اپنے فطری دائرے سے نکل گئی ہے اور اب وہ ایک عورت نہیں، بلکہ وہ ایک مرد بن گئی ہے !!

اس لیے بہتر ہے کہ عورت کو ایسی تعلیم دی جائے جو اس کی فطری ساخت کے مطابق ہو اور اس کے ذریعے وہ اپنے اخلاق و کردار کو بلند کرے، حقوق و واجبات کو سمجھ سکے، اپنے اور غیر میں تمیز پیدا کر سکے، بچوں کی صحیح تربیت کر سکے، یعنی قرآن وحدیث کا علم اور وہ علوم جو اِن دونوں کتابوں کے سمجھنے کا سبب بن سکیں۔

اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ ہم کیمیاوی علوم، انجینئرنگ، زراعت اور فلکیات وغیرہ علوم کے مخالف ہیں یا اسلام ان علوم کی تحصیل کو حرام قرار دیتا ہے، ایسا ہر گز نہیں ہے، لیکن مصلحت کا تقاضا ہے کہ ایسی چیزوں کی تعلیم دی جائے جو اِن کے لیے نفع بخش ہوں، لیکن اگر ہم یورپ کے طرزِ تعلیم کو پسند کریں گے اور اسی کو اچھے یا برے کا معیار بنا لیں گے اور اسی کے سانچے میں ڈھلنے کی کوشش کریں گے تو یہ ہمارے لیے انتہائی نقصان دہ ثابت ہو گا اور ثابت ہو بھی رہا ہے۔

مخلوط تعلیم کے مضر اثرات:

یہ ایک حقیقت ہے کہ مرد و زن کے اختلاط میں نفسِ انسانی کو بھٹکنے کا زیادہ

Marfat.com

موقع ملتا ہے اور شیطان کے لیے بھی دونوں کو غلط راستے میں ڈالنے کا اچھا موقع مل جاتا ہے، اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ہمیں عورتوں پر اعتماد نہیں اور مردوں کو شیطان سمجھتے ہیں، بلکہ ہم دونوں کو لائقِ اعتماد سمجھتے ہوئے اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی سرشت میں جو شہوت ودیعت کی ہے، اس سے غلط راہ میں واقع ہونے کا زیادہ امکان رہتا ہے۔ اس کی واضح مثال موجودہ دور کے کالجوں اور یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم ہے۔ ایک خاتون اپنی دل سوزی کا اظہار ان الفاظ میں کرتی ہے:

''جو لڑکیاں مخلوط تعلیم کی پیداوار ہیں، ان کی اخلاقی سیرت کے متعلق یہ کہنا چاہتی ہوں کہ مخلوط تعلیم سے ان کی خلقی عصمت اور غیرت تباہ ہو جاتی ہے اور ان میں زیادہ سے زیادہ اوصاف پیدا ہو کر انھیں زیادہ سے زیادہ خراب کر دیتے ہیں، جس کے بعد وہ گھریلو زندگی کے نظام سنبھالنے کے قابل نہیں رہتیں۔ موجودہ یونیورسٹیوں کی مخلوط تعلیم جو مغربی خطوط پر قائم ہے، ہماری لڑکیوں کے لیے بے سود اور غیر ضروری ہے۔''[1]

امریکہ میں مخلوط تعلیم کے متعلق وہاں کے ایک جج لنڈے کا بیان ہے:

''ہائی اسکول کی کم عمر والی چار سو پچانوے لڑکیوں نے خود مجھ سے اقرار کیا کہ ان کو لڑکوں سے جنسی تعلقات کا تجربہ ہو چکا ہے۔''[2]

خود اپنے ملک میں اندازہ لگائیے کہ مخلوط تعلیم کی وجہ سے کتنی لڑکیاں جنسی خواہشات کا شکار ہو جاتی ہیں اور کتنی لڑکیوں نے اپنا مذہب اسلام بدل کر غیر کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ (اللھم احفظنا من ھذا البلاء)

---

[1] اسلام کا نظامِ عفت وعصمت (ص: ۳۰۸)

[2] پردہ از مولانا مودودی (ص: ۷۱)

Marfat.com

تہذیبِ فرنگی ہے اگر مرگِ امومت
ہے حضرتِ انساں کے لیے اس کا ثمر موت
جس علم کی تاثیر سے زن ہوتی ہے نازن
کہتے ہیں اِسی علم کو اربابِ نظر موت
بے گانہ رہے دیں سے اگر مدرسۂ زن
ہے عشق و محبت کے لیے علم و ہنر موت

(ضربِ کلیم)

یہ سب مخلوط تعلیم ہی کا اثر ہے، اس لیے مسلمان والدین کو اپنی بچیوں کو سکول و کالج میں داخل کرتے وقت سب سے پہلے اسی موضوع پر انتہائی سنجیدگی سے غور وفکر کر لینا چاہیے، اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا چاہیے۔ الحمد للہ آج کل مختلف مقامات پر خالص دینی انداز میں لڑکیوں کے لیے متعدد مدارس قائم کیے گئے ہیں، جہاں پر ان کی اچھی تعلیم و تربیت ہوتی ہے اور اس کے اچھے اثرات بھی مرتب ہوئے ہیں، لہٰذا ہر مسلمان بچی کو انھی مدارس کی طرف توجہ دینی چاہیے اور مخلوط تعلیم سے قطعی طور پر احتراز کرنا چاہیے۔

عورت کی گواہی:

عورت کی گواہی مقبول ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں صحیح بات یہ ہے کہ اکیلی عورت کی گواہی مقبول نہیں ہے، کیوں کہ اس کے اندر عقل کی پختگی بھی نہیں ہوتی ہے اور وہ جذبات میں بھی جلد واقع ہو جاتی ہے، ہاں اگر گواہی کے موقع پر دو مرد نہیں ہیں تو ایک مرد اور دو عورتیں مل کر گواہی دے سکتی ہیں، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ فَرَجُلٌ وَّ امْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ

Marfat.com

الشُّهَدَآءِ﴾ [البقرة: ۲۸۲]

''پس اگر دو آدمی نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں، ان لوگوں میں سے جن کی گواہی تم پسند کرتے ہو۔'' دوسری جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَاَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ [الطلاق: ۲]

''اور تم لوگ اپنے میں سے دو صاحبِ عدل گواہ بناؤ۔''

البتہ وہ معاملات جن کی جان کاری صرف عورتیں کر سکتی ہیں، ان کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں کر سکتا تو ان معاملات میں عورت کی گواہی تسلیم کی جائے گی۔ امام زہری کہتے ہیں:

"مضت السنة أن تجوز شهادة النساء فيما لا يطلع عليه غيرهن من ولادات النساء وعيوبهن"[1]

''یہ سنت جاری ہے کہ جن معاملات کا ادراک صرف عورتیں ہی کر سکتی ہیں، جیسے ولادت وغیرہ اور عورتوں کے عیوب، ان میں عورتوں کی گواہی جائز ہے۔''

عورت کی ملازمت:

یورپ جو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا ہے، اسے اسلام کی ترقی کیسے بھاتی؟ وہ ہمیشہ اسلام کو نقصان پہنچانے اور مسلمانوں کو اسلام سے دور کرنے کی نت نئی تدبیریں اختیار کرتا رہتا ہے، انہی تدبیروں میں سے ایک تدبیر حریتِ نسواں (Freedom Of Women) ہے، اس نے یہ نعرہ لگایا کہ عورت معاشرے کا ایک حصہ ہے، اسے بھی مردوں کی طرح ترقی کرنے کا حق حاصل ہے، عورت

[1] مصنف ابن أبي شيبة (٤/٣٢٩)

Marfat.com

مرد کے برابر ہے، لہٰذا اسے بھی مرد کے دوش بدوش کام کرنے کا حق حاصل ہے، تاکہ وہ اپنی کفالت خود کر سکے اور زندگی کے میدان میں کسی کی محتاج نہ رہے۔

یورپ کی اس آزادی کا اثر خود یورپ میں یہ ہوا کہ آج عورت شادی بیاہ کی قید و بند سے آزاد ہوگئی ہے، وہ آزادنہ لہو ولعب کے میدانوں میں شریک ہوتی ہے، شراب و کباب، رقص و سرود اور موسیقی میں حصہ لیتی ہے، مرد سے آزادانہ جنسی تعلقات قائم رکھتی ہے، چنانچہ جارج رائیکی اسکاٹ اپنی کتاب تاریخ الفحشاء (A History Of Prostitution) میں لکھتا ہے:

”اس کے نزدیک زندگی کا لطف یہ ہے کہ عہدِ شباب میں لذتِ نفس کا جام خوب جی بھر کر پی جائے، اس چیز کی تلاش میں وہ رقص گاہوں، نائٹ کلبوں، ہوٹلوں اور قہوہ خانوں کے چکر لگاتی رہتی ہے اور اس کی جستجو میں وہ بالکل اجنبی مردوں کے ساتھ موٹر کی سیر کے لیے بھی جانے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ دوسرے الفاظ میں وہ جان بوجھ کر خود اپنی خواہش سے اپنے آپ کو ایسے ماحول میں اور ایسے حالات میں پہنچا دیتی ہے جو صنفی جذبات کو مشتعل کرنے والے ہیں اور پھر ان کے جو قدرتی نتائج ہیں، ان سے وہ گھبراتی نہیں، بلکہ ان کا خیر مقدم کرتی ہے۔“

یہ ایک ایسی حقیقت ہے، جس سے کسی کو مجالِ انکار نہیں ہوسکتا، کیوں کہ یہ وہ حقوق ہیں جو مغربی تمدن میں مرد و عورت دونوں کو یکساں طور پر حاصل ہوتے ہیں، کیوں کہ ان کے نزدیک اپنی پرائیویٹ زندگی پر ہر شخص کو مکمل اختیار حاصل ہے اور وہ اس میں ہر قسم کی پابندیوں اور جکڑ بندیوں سے آزاد رہ کر جو چاہے کرسکتا ہے۔

ظاہر سی بات ہے کہ اسلام ایسی آزادی کو قطعی پسند نہیں کرتا، بلکہ انھیں آزادانہ

Marfat.com

ماحول اور ان سے پیدا شدہ نتائج سے دور رکھنے کے لیے اسلام نے ٹھوس اصول متعین کیے ہیں، جن سے معاشرے کے ہر فرد کی بالخصوص صنفِ نازک کی عزت وکرامت پر آنچ نہ آ سکے، لیکن اسلامی نقطہ نظر سے اس پہلو کا حل کیا ہے تو جب ہم اسلامی تعلیمات کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں راہنمائی ملتی ہے، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّ بِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ﴾ [النساء: ٣٤]

''مرد عورتوں پر قوام ہیں، اس فضیلت کی بنیاد پر جو اللہ نے ان میں سے ایک دوسرے کو عطا کی ہے اور اس بنیاد پر کہ وہ ان پر (مہر ونفقہ کی صورت میں) اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔''

یہ ربانی ارشاد بڑے ہی دل نشین انداز سے واضح کرتا ہے کہ عورت کے تمام اخراجات مرد کے ذمے ہیں، کیوں کہ قوامیت مرد ہی کو حاصل ہے نہ کہ عورت کو، لہٰذا جب تمام اخراجات کی ذمے داری مرد پر ہے تو عورت کی ملازمت کا مسئلہ ہی ختم ہو جاتا ہے، پھر بھی اسلام عورت کی ملازمت کو علی الاطلاق حرام قرار نہیں دیتا، بلکہ اس کے لیے چند شروط متعین کرتا ہے، مثلاً: ایسی جگہ ملازمت جہاں مرد وزن کا اختلاط نہ ہو یا مرد کا مطلق وجود ہی نہ ہو، جیسے کلیۃ البنات میں ملازمت یا ایسا ہسپتال جس میں صرف عورتیں ہی ڈاکٹر ہوں اور وہاں صرف عورتوں ہی کا علاج ہوتا ہو۔

مختصر یہ کہ جہاں عورت کی عصمت وعفت پر دھبا نہ آ سکے اور اس کی شرافت وکرامت محفوظ رہ سکے تو ایسی جگہ عورت ملازمت کر سکتی ہے، ورنہ نہیں۔

Marfat.com

ہم اپنے مال، وقت اور زندگی میں

برکت

کیسے حاصل کریں؟

تالیف

ڈاکٹر امین عبداللہ الشقاوی حفظہ اللہ تعالیٰ

ترجمہ

فضیلۃ الشیخ حافظ محمد عمر حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ سلفیہ فیصل آباد

نظرثانی

حافظ شاہد محمود

فاضل مدینہ یونیورسٹی

مکتبہ بیت السلام

لاہور، الریاض

Marfat.com